

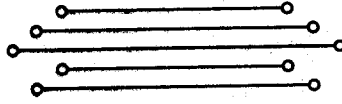
کتاب انزلنا الیک لتخرج الناس من الظلمات الى النور

تفسیر ابن کثیر

رأسس التفسير
حافظ عماد الدين ابوالفداء ابن کثیر

مترجمه
خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھی

مکتبہ قدوسیہ



چند اہم مضامین کی فہرست

تفسیر ابن کثیر

- | | | | |
|-----|-------------------------------------|-----|--------------------------------------|
| ۷۰۶ | • کافر موت مانگیں گے | ۶۷۸ | • دعوت وحدانیت |
| ۷۰۷ | • شاداں و فرحاں لوگ | ۶۷۸ | • رسول اور نبی صرف مرد ہی ہوئے ہیں |
| ۷۰۸ | • ہر کام کا وقت مقرر ہے | ۶۷۹ | • جب مخالفت عروج پر ہو |
| ۷۱۰ | • آپ ﷺ کے انتقال کے بعد | ۶۸۱ | • عبرت و نصیحت |
| ۷۱۱ | • کافروں کے شرمناک کارنامے | ۶۸۳ | • عالم سفلی کے انواع و اقسام |
| ۷۱۱ | • رسالت کے منکر | ۶۸۵ | • عقل کے اندھے ضدی لوگ |
| ۷۱۳ | • ہر قوم کی اپنی زبان میں رسول | ۶۸۵ | • منکرین قیامت |
| ۷۱۵ | • اولاد کا قاتل | ۶۸۶ | • اعتراض برائے اعتراض |
| ۷۱۷ | • کفار اور انبیاء میں مکالمات | ۶۸۶ | • علم الہی |
| ۷۱۸ | • آل لوط | ۶۸۸ | • سب یہ محیط علم |
| ۷۲۰ | • بے سود اعمال | ۶۹۰ | • بجلی کی گرج |
| ۷۲۱ | • حیات ثانیہ | ۶۹۲ | • دعوت حق |
| ۷۲۱ | • چٹیل میدان اور مخلوقات | ۶۹۲ | • عظمت و سطوت الہی |
| ۷۲۳ | • طوطا چشم دشمن شیطان | ۶۹۳ | • اندھیرا اور روشنی |
| ۷۲۳ | • لا الہ الا اللہ کی شہادت | ۶۹۳ | • باطل بے ثبات ہے |
| ۷۲۷ | • قبر کا عذاب | ۶۹۵ | • ذوالقرنین |
| ۷۳۳ | • منافقین قریش | ۶۹۶ | • ایک موازنہ |
| ۷۳۳ | • احسان اور احسن سلوک | ۶۹۶ | • منافع کانفسیاتی تجزیہ |
| ۷۳۵ | • سب کچھ تمہارا مطیع ہے | ۶۹۷ | • بروج و بالا خانے |
| ۷۳۶ | • حرمت و عظمت کا مالک شہر | ۶۹۸ | • مومنین کی صفات |
| ۷۳۷ | • دوسری دعا | ۶۹۹ | • مسئلہ رزق |
| ۷۳۸ | • مناجات | ۶۹۹ | • مشرکین کے اعتراض |
| ۷۳۹ | • عذاب دیکھنے کے بعد | ۷۰۲ | • رسول اللہ ﷺ کی حوصلہ افزائی |
| ۷۴۰ | • انبیاء کی مدد | ۷۰۳ | • قرآن حکیم کی صفات جلیلہ |
| ۷۴۲ | • جکڑے ہوئے مفسد انسان | ۷۰۴ | • سچائی کا مذاق اڑانا آج بھی جاری ہے |
| ۷۴۳ | • تمام انسان اور جن پابند اطاعت ہیں | ۷۰۵ | • عالم خیر و شر |

وَمَا أَتَّبِرُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ
رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَقَالَ الْمَلِكُ اشْتَوِي بِيْهِ اسْتَخْلَصَهُ لِنَفْسِي
فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِي
عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝

میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتی، بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہے ہی مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرنے والا بڑی بخشش کرنے والا اور بہت مہربان فرمانے والا ہے ۝ بادشاہ نے کہا: 'اے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے خاص ذاتی کاموں کے لئے مقرر کر لوں' پھر جب اس سے بات چیت کی تو کہنے لگا کہ تو ہمارے ہاں آج سے ذی عزت اور اماندار ہے ۝ یوسف نے کہا: 'آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے' میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں ۝

(آیت: ۵۳) عزیز مصر کی بیوی کہہ رہی ہے کہ میں اپنی پاکیزگی بیان نہیں کر رہی اپنے آپ کو نہیں سراہتی۔ نفس انسانی تمناؤں اور بری باتوں کا مخزن ہے۔ اس میں ایسے جذبات اور شوق اچھلتے رہتے ہیں۔ وہ برائیوں پر ابھارتا رہتا ہے اسی کے پھندے میں پھنس کر میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ مگر جسے اللہ چاہے، نفس کی برائی سے محفوظ رکھ لیتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ بخشش کرنا، معافی دینا اس کی ابدی اور لازمی صفت ہے۔ یہ قول عزیز مصر کی عورت کا ہی ہے۔ یہی بات زیادہ مشہور ہے اور زیادہ لائق ہے اور واقعہ کے بیان سے بھی زیادہ مناسب ہے۔ اور کلام کے معنی کے ساتھ بھی زیادہ موافق ہے۔ امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اسے وارد کیا ہے۔ اور علامہ ابوالعباس حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو اسے ایک مستقل تصنیف میں بیان فرمایا ہے اور اس کی پوری تائید کی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قول حضرت امام یوسف علیہ السلام کا ہے۔ لیعلم سے اس دوسری آیت کے ختم تک انہی کا فرمان ہے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے تو صرف یہی ایک قول نقل کیا ہے۔ چنانچہ ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بادشاہ نے عورتوں کو جمع کر کے جب ان سے پوچھا کہ کیا تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہلایا پھسلایا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حاشا للہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے اقرار کیا کہ واقعی حق تو یہی ہے۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ سب اس لئے تھا کہ میری امانت داری کا یقین ہو جائے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا: وہ دن بھی یاد ہے کہ آپ نے کچھ راہ کر لیا تھا؟ تب آپ نے فرمایا: میں اپنے نفس کی برات تو نہیں کر رہا؟ بے شک نفس برائیوں کا حکم دیتا ہے۔ الغرض ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ کلام حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ لیکن پہلا قول یعنی اس کلام کا عزیز کی عورت کا کلام ہونا ہی زیادہ قوی اور زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ اوپر سے انہی کا کلام چلا آ رہا ہے جو بادشاہ کے سامنے سب کی موجودگی میں ہو رہا تھا۔ اس وقت تو حضرت یوسف علیہ السلام وہاں موجود ہی نہ تھے۔ اس تمام قصے کے کھل جانے کے بعد بادشاہ نے آپ کو بلوایا۔

(آیت: ۵۴-۵۵) جب بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کھل گئی تو خوش ہو کر کہا کہ انہیں میرے پاس بلا لاؤ کہ میں انہیں اپنے خاص مشیروں میں کر لوں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے۔ جب وہ آپ سے ملا آپ کی صورت دیکھی آپ کی باتیں سنیں آپ کے اخلاق دیکھے تو دل سے گرویدہ ہو گیا اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا کہ آج سے آپ ہمارے ہاں معزز اور معتبر ہیں۔ اس وقت آپ نے ایک خدمت اپنے لئے پسند فرمائی اور اس کی اہلیت ظاہر کی۔ انسان کو یہ جائز بھی ہے کہ جب وہ انجان لوگوں میں ہو تو اپنی

قابلیت بوقت ضرورت بیان کر دے۔ اس خواب کی بناء پر جس کی تعبیر آپ نے دی تھی آپ نے یہی آرزو کی کہ زمین کی پیداوار غلہ وغیرہ جو جمع کیا جاتا ہے اس پر مجھے مقرر کیا جائے تاکہ میں محافظت کروں نیز اپنے علم کے مطابق عمل کر سکوں تاکہ رعایا کو قحط سالی کی مصیبت کے وقت قدرے عافیت مل سکے۔ بادشاہ کے دل پر تو آپ کی امانت داری، سچائی، سلیقہ مندی اور کامل علم کا سکہ بیٹھ چکا تھا۔ اسی وقت اس نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَّبُوا مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ
نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٥﴾ وَلَا أَجْرُ
الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾

اس طرح ہم نے یوسف کو ملک کا قبضہ دے دیا کہ وہ جہاں کہیں چاہے رہے ہے، ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں۔ ہم نیک کاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے ○ یقیناً ایمانداروں اور پرہیزگاروں کا اخروی اجر بہت ہی بہتر ہے ○

(آیت: ۵۶-۵۷) زمین مصر میں یوں حضرت یوسف علیہ السلام کی ترقی ہوئی۔ اب ان کے اختیار میں تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ جہاں چاہیں مکانات تعمیر کریں۔ یا اس تنہائی اور قید کو دیکھیں یا اب اس اختیار اور آزادی کو دیکھیں۔ سچ ہے رب جسے چاہے اپنی رحمت کا جتنا حصہ چاہے دے۔ صابروں کا صبر پھل لا کر ہی رہتا ہے۔ بھائیوں کا دکھ سہا، اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے عزیز مصر کی عورت سے بگاڑ لی اور قید خانے کی مصیبتیں برداشت کیں۔ پس رحمت الہی کا ہاتھ بڑھا اور صبر کا اجر ملا۔ نیک کاروں کی نیکیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ پھر ایسے باایمان تقویٰ والے آخرت میں بڑے درجے اور اعلیٰ ثواب پاتے ہیں۔ یہاں یہ ملا۔ وہاں کے ملنے کی تو کچھ نہ پوچھئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن میں آیا ہے کہ یہ دنیا کی دولت و سلطنت ہم نے تجھے اپنے احسان سے دی ہے اور قیامت کے دن بھی تیرے لئے ہمارے ہاں اچھی مہمانی ہے۔ الغرض شاہ مصر ریان بن ولید نے سلطنت مصر کی وزارت آپ کو دی پہلے اسی عہدے پر اس عورت کا خاوند تھا جس نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔ اسی نے آپ کو خرید لیا تھا۔ آخر شاہ مصر آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ کے خریدنے والے کا نام اطغر تھا۔ یہ انہی دنوں میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کی زوجہ راعیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔ جب آپ ان سے ملے تو فرمایا، کہو کیا یہ اس تمہارے ارادے سے بہتر نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے صدیق مجھے ملامت نہ کیجئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں حسن و خوبصورتی والی دھن دولت والی عورت تھی میرے خاوند مردی سے محروم تھے۔ وہ مجھ سے مل ہی نہیں سکتے تھے۔ ادھر آپ کو قدرت نے جس فیاضی سے دولت حسن کے ساتھ مالا مال کیا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ پس مجھے اب ملامت نہ کیجئے۔ کہتے ہیں کہ واقعی حضرت یوسفؑ نے انہیں کنواری پایا۔

پھر ان کے لطن سے آپ کو دو لڑکے ہوئے۔ افراتیم اور میشا۔ افراتیم کے ہاں نون پیدا ہوئے جو حضرت یوشع کے والد ہیں اور رحمت نامی صاحبزادی ہوئی جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عزیز کی بیوی راستے میں کھڑی تھیں جو حضرت یوسفؑ کی سواری نکلی تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکل کل گیا کہ الحمد للہ اللہ کی شان کے قربان جس نے اپنی فرمانبرداری کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہی پر پہنچایا اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہوں کو غلامی پر لا اتارا۔

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿٥٨﴾
 وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَّازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِخَبَرِكُمْ أَصَبَكُمْ أَمْ لَا
 تَرَونَ أَنِّي أَوْفَى الْكَيْلِ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿٥٩﴾ فَإِنْ
 لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونَنِي ﴿٦٠﴾ قَالُوا
 سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿٦١﴾ وَقَالَ لِفَتِيلِهِ اجْعَلُوا
 بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمْ
 لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٦٢﴾

یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے اور یوسف کے پاس گئے تو اس نے انھیں پہچان لیا اور انھوں نے اسے نہ پہچانا ○ جب انھیں ان کا اسباب مہیا کر دیا تو کہا کہ تم میرے پاس اپنے اس بھائی کو بھی لانا جو تمہارے باپ سے ہے کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے تاپ بھی پورا دیا اور میں ہوں بھی بہترین میزبانی کرنے والوں میں ○ پس اگر تم اسے لے کر میرے پاس نہ آئے تو میری طرف سے تمہیں کوئی تاپ نہ ملے گا بلکہ تم میرے قریب بھی نہ پہنچنا ○ انھوں نے کہا اچھا ہم اس کے باپ سے اس کی بابت بات چیت کر کے کوشش پوری کریں گے ○ اپنے خدنگاروں سے کہا کہ ان کی پونجیاں انھی کی پوریوں میں رکھ دو کہ یہ جب لوٹ کر اپنے اہل وعیال میں جائیں اور پونجیوں کو پہچان لیں تو بہت ممکن ہے کہ یہ پھر لوٹ کر آئیں ○

(آیت: ۵۸-۶۲) کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وزیر مصر بن کر سات سال تک غلے اور اناج کو بہترین طور پر جمع کیا۔ اس کے بعد جب عام قحط سالی شروع ہوئی اور لوگ ایک ایک دانے کو ترسنے لگے تو آپ نے محتاجوں کو دینا شروع کیا یہ قحط علاقہ مصر سے نکل کر کنعان وغیرہ شہروں کو بھی شامل تھا۔ آپ ہر بیرونی شخص کو اونٹ بھر کر غلہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ اور خود آپ کا لشکر بلکہ خود بادشاہ بھی دن بھر میں صرف ایک ہی مرتبہ دو پہر کے وقت ایک آدھ نوالہ کھا لیتے تھے اور اہل مصر کو پیٹ بھر کر کھلاتے تھے۔ پس اس زمانے میں یہ بات ایک رحمتِ رب تھی۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے پہلے سال مال کے بدلے غلہ بیچا۔ دوسرے سال سامان اسباب کے بدلے تیسرے سال بھی اور چوتھے سال بھی۔ پھر خود لوگوں کی جان اور ان کی اولاد کے بدلے۔ پس خود لوگ ان کے بچے اور ان کی کل ملکیت اور مال کے آپ مالک بن گئے۔ لیکن اس کے بعد آپ نے سب کو آزاد کر دیا اور ان کے مال بھی ان کے حوالے کر دیئے۔

یہ روایت بنو اسرائیل کی ہے جسے ہم سچ جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ ان آنے والوں میں برادرانِ یوسف بھی تھے جو باپ کے حکم سے آئے تھے۔ انہیں معلوم ہوا تھا کہ عزیز مصر مال و متاع کے بدلے غلہ دیتے ہیں تو آپ نے اپنے دس بیٹوں کو یہاں بھیجا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے گئے بھائی بنیامین کو جو آپ کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کے نزدیک بہت ہی پیارے تھے اپنے پاس روک لیا۔ جب یہ قافلہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے توبہ یک نگاہ سب کو پہچان لیا لیکن ان میں سے ایک بھی آپ کو نہ پہچان سکا۔ اس لئے کہ آپ ان سے بچپن میں ہی جدا ہو گئے تھے۔ بھائیوں نے آپ کو سودا گروں کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ پھر کیا ہوا۔ اور یہ تو بنیامین میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ وہ بچہ جسے بحیثیت غلام بیچا تھا آج وہی عزیز مصر بن کر بیٹھا ہے۔ ادھر حضرت یوسف علیہ السلام نے طرزِ نسبت جسے یہ اختیار کیا کہ انہیں وہم بھی نہ ہو۔ ان سے پوچھا کہ تم لوگ میرے ملک میں کیسے آ گئے؟ انہوں نے کہا یہ سن کر کہ آپ غلہ

عطا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، مجھے تو شک ہوتا ہے کہ کہیں تم جاسوس نہ ہو؟ انہوں نے کہا معاذ اللہ ہم جاسوس نہیں۔ فرمایا تم رہنے والے کہاں کے ہو؟ کہا کنعان کے اور ہمارے والد صاحب کا نام یعقوب نبی اللہ ہے۔ آپ نے پوچھا تمہارے سوا ان کے اور لڑکے بھی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ہم بارہ بھائی تھے۔ ہم میں جو سب سے چھوٹا تھا اور ہمارے باپ کی آنکھوں کا تار تھا، وہ تو ہلاک ہو گیا۔ اسی کا ایک بھائی اور ہے۔ اسے باپ نے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا بلکہ اپنے پاس ہی روک لیا ہے کہ اس سے ذرا آپ کو اطمینان اور تسلی رہے۔

ان باتوں کے بعد آپ نے حکم دیا کہ انہیں سرکاری مہمان سمجھا جائے اور ہر طرح خاطر مدارت کی جائے اور اچھی جگہ ٹھہرایا جائے۔ اب جب انہیں غلہ دیا جانے لگا اور ان کے تھیلے بھر دیئے گئے اور جتنے جانور ان کے ساتھ تھے وہ جتنا غلہ اٹھا سکتے تھے بھر دیا تو فرمایا، دیکھو اپنی صداقت کے اظہار کے لئے اپنے اس بھائی کو جسے تم اس مرتبہ اپنے ساتھ نہیں لائے اب اگر آؤ تو لیتے آنا، دیکھو میں نے تم سے اچھا سلوک کیا ہے اور تمہاری بڑی خاطر تواضع کی ہے۔ اس طرح رغبت دلا کر پھر دھمکا بھی دیا کہ اگر دوبارہ کے آنے میں اسے ساتھ نہ لائے تو میں تمہیں ایک دانہ اناج کا نہ دوں گا بلکہ تمہیں اپنے نزدیک بھی نہ آنے دوں گا۔ انہوں نے وعدے کئے کہ ہم انہیں کہہ سن کر لاچ دکھا کر ہر طرح پوری کوشش کریں گے کہ اپنے اس بھائی کو بھی لائیں تاکہ بادشاہ کے سامنے ہم جھوٹے نہ پڑیں۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ تو کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے رہن رکھ لیا کہ جب اسے لاؤ گے تو یہ پاؤ گے۔ لیکن یہ بات کچھ جی لگتی نہیں اس لئے کہ آپ نے تو انہیں واپسی کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تمنا ظاہر کی۔ جب بھائی کوچ کی تیاریاں کرنے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چالاک چاکروں سے اشارہ کیا کہ جو اسباب یہ لائے تھے اور جس کے عوض انہوں نے ہم سے غلہ لیا ہے وہ بھی انہیں واپس کر دو لیکن اس خوبصورتی سے کہ انہیں معلوم تک نہ ہو۔ ان کے کجاووں اور یوروں میں ان کی تمام چیزیں رکھ دو۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو خیال ہوا ہو کہ اب گھر میں کیا ہوگا جسے لے کر یہ غلہ لینے کے لئے آئیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنے باپ اور بھائی سے اناج کا کچھ معاوضہ لینا مناسب نہ سمجھا ہو اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ آپ نے یہ خیال فرمایا ہو کہ جب یہ اپنا اسباب کھولیں گے اور یہ چیزیں اس میں پائیں گے تو ضروری ہے کہ ہماری یہ چیزیں ہمیں واپس دینے کو آئیں تو اس بہانے ہی بھائی سے ملاقات ہو جائے گی۔

فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ آبَائِهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا
آخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ ۖ قَالَ هَلْ اَمْنُكُمْ عَلَيْهِ
إِلَّا كَمَا اَمْنُتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ ۖ قَالَ اللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا ۖ وَهُوَ
أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝

جب یہ لوگ لوٹ کر اپنے والد کے پاس گئے تو کہنے لگے اباجی ہم سے تو غلہ کا پیمانہ روک لیا گیا۔ اب آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجے کہ ہم پیمانہ بھر کر لائیں۔ ہم اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہیں ○ کہا کہ مجھے تو اس کی بابت بھی تمہارا بس ویسا ہی اعتبار ہے جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تھا؟ پس اللہ ہی بہترین حافظ ہے اور ہے بھی وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ○

(آیت: ۶۳-۶۴) بیان ہو رہا ہے کہ باپ کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا کہ اب ہمیں تو غلہ مل نہیں سکتا تا وقتیکہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو نہ بھیجیں۔ اگر انہیں ساتھ کر دیں تو البتہ مل سکتا ہے۔ آپ بے فکر رہئے۔ ہم آپ اس کی نگہبانی کر لیں گے نکتل کی دوسری

قُرأتُ يُكْمَلُ بھی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بس وہی تم ان کے ساتھ کرو گے جو اس سے پہلے ان کے بھائی حضرت یوسف کے ساتھ کر چکے ہو کہ یہاں سے لے گئے اور یہاں پہنچ کر کوئی بات بنا دی۔ حَافِظاً کی دوسری قُرأت حِفْظاً بھی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہترین محافظ اور نگہبان ہے اور ہے بھی وہ ارحم الراحمین، میرے بڑھاپے پر میری کمزوری پر وہ رحم فرمائے گا اور جو غم و رنج مجھے اپنے بچے کا ہے۔ وہ دور کر دے گا۔ مجھے اس کی پاک ذات سے امید ہے کہ وہ میرے یوسف کو مجھ سے پھر ملا دے گا اور میری پراگندگی کو دور کر دے گا۔ اس پر کوئی کام مشکل نہیں۔ وہ اپنے بندوں سے اپنے رحم و کرم کو نہیں روکتا۔

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُوا
يَا بَانَا مَا نَبْغِي هَذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ
أَحْنَانًا وَنَزِدَادُ كَيْلٍ بَعِيرٍ ذَلِكَ كَيْلُ يَسِيرٍ قَالَتْ لَنْ
أَرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُوا مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا
أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَى مَا
نَقُولُ وَكِيلٌ

جب انھوں نے اپنا اسباب کھولا تو انھوں نے اپنا سرمایہ موجود پایا جو ان کی جانب لوٹا دیا گیا تھا، کہنے لگے اے ہمارے باپ ہمیں اور کیا چاہئے دیکھتے تو یہ ہمارا سرمایہ بھی ہمیں واپس لوٹا دیا گیا ہے۔ ہم اپنے خاندان کو رسد لادیں گے اور اپنے بھائی کی نگرانی رکھیں گے اور ایک اونٹ کا پیمانہ زیادہ لائیں گے۔ یہ ناپ تو بہت آسان ہے ○ یعقوب علیہ السلام نے کہا میں تو اسے ہرگز ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ کو کوچ میں رکھ کر مجھے قول و قرار نہ دو کہ تم اسے میرے پاس پہنچا دو گے۔ جس اس ایک صورت کے کہ تم سب گرفتار کر لیے جاؤ۔ جب انھوں نے پکا قول و قرار دے دیا تو اس نے کہا ہم جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے ○

(آیت: ۶۵-۶۶) یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بھائیوں کی واپسی کے وقت اللہ کے نبی نے ان کا مال و متاع، ان کے اسباب کے ساتھ پوشیدہ طور پر واپس کر دیا تھا۔ یہاں گھر پہنچ کر جب انہوں نے کجاوے کھولے اور اسباب علیحدہ علیحدہ کیا تو اپنی سب چیزیں جوں کی توں واپس شدہ پائیں تو اپنے والد سے کہنے لگے لیجئے اب آپ کو اور کیا چاہئے۔ اصل تک تو عزیز مصر نے ہمیں واپس کر دی ہے اور بدلے کا غلہ پورا پورا دے دیا ہے۔ اب تو آپ بھائی صاحب کو ضرور ہمارے ساتھ کر دیجئے تو ہم اپنے خاندان کے لئے غلہ بھی لائیں گے اور بھائی کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ اور بھی مل جائے گا کیونکہ عزیز مصر ہر شخص کو ایک اونٹ کا بوجھ ہی دیتے ہیں۔ اور آپ کو انہیں ہمارے ساتھ کرنے میں تامل کیوں ہے؟ ہم اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت پوری طرح کریں گے۔ یہ ناپ بہت ہی آسان ہے۔ یہ تھا کلام کا تہمہ اور کلام کو اچھا کرنا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان تمام باتوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جب تک تم حلفیہ اقرار نہ کرو کہ اپنے اس بھائی کو اپنے ہمراہ مجھ تک واپس پہنچاؤ گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیجے گا نہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ خدا نخواستہ تم سب ہی گھر جاؤ اور چھوٹ نہ سکو۔ چنانچہ بیٹوں نے اللہ کو کوچ میں رکھ کر مضبوط عہد و پیمان کیا۔ اب حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرما کر کہ ہماری اس گفتگو کا اللہ وکیل ہے اپنے پیارے بچے کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اس لئے کہ قحط کے مارے غلے کی ضرورت تھی اور بغیر بھیجے چارہ نہ تھا۔

وَقَالَ يَبْنِي لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ
 مُتَفَرِّقَةٍ وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِنْ الْحُكْمُ
 إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۱۵﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ
 حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ
 شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا
 عَلَّمْنَاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۶﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى
 يُوسُفَ أَوَى إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا خَوْلُكَ فَلَا تَبْتِيسَ بِمَا
 كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾

اور کہنے لگا اے میرے بچو تم سب ایک دروازے سے نہ جانا بلکہ کئی ایک دروازوں میں سے جدا جدا طور پر داخل ہونا میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے
 نال نہیں سکتا۔ حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے میرا کمال بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے ○ جب وہ انہی راستوں میں سے جن
 کا حکم ان کے والد نے انہیں دیا تھا گئے کچھ نہ تھا کہ اللہ نے جو بات مقرر کر دی ہے وہ اس سے انہیں ذرا بھی بچالے ہاں یعقوب نے اپنے ضمیر کے ایک خطرے کو
 سر انجام دے لیا وہ ہمارے سکھائے ہوئے علم کا عالم تھا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ○ یہ سب جب یوسف کے پاس پہنچ گئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس بٹھا
 لیا اور کہا کہ میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں۔ پس یہ جو کچھ کرتے رہے اس کا کچھ رنج نہ کر ○

(آیت: ۶۷-۶۸) چونکہ نبی خدا حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بچوں پر نظر لگ جانے کا کھٹکا تھا کیونکہ وہ سب اچھے
 خوبصورت، تو مند، طاقتور مضبوط دیدہ رونو جوان تھے۔ اس لئے بوقت رخصت ان سے فرماتے ہیں کہ پیارے بچو تم سب شہر کے ایک ہی
 دروازے سے شہر میں نہ جانا بلکہ مختلف دروازوں سے ایک ایک دودو کر کے جانا۔ نظر کا لگ جانا حق ہے۔ گھوڑ سوار کو یہ گرا دیتی ہے۔ پھر
 ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ یہ میں جانتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ یہ تدبیر تقدیر میں ہیرا پھیری نہیں کر سکتی۔ اللہ کی قضا کو کوئی شخص کسی تدبیر سے
 بدل نہیں سکتا۔ اللہ کا چاہا پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ حکم اسی کا چلتا ہے۔ کون ہے جو اس ارادے کو بدل سکے؟ اس کے فرمان کو ٹال سکے؟ اس کی
 قضا کو لوٹا سکے؟ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور مجھ پر ہی کیا موقوف ہے۔ ہر ایک تو کل کرنے والے کو اسی پر توکل کرنا چاہئے۔ چنانچہ بیٹوں نے
 باپ کی فرماں برداری کی اور اسی طرح کئی ایک دروازوں میں بٹ گئے اور شہر میں پہنچے۔ اس طرح وہ اللہ کی قضا کو لوٹا تو نہیں سکتے تھے ہاں
 حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک ظاہری تدبیر پوری کی کہ اس سے وہ نظر بد سے بچ جائیں۔ وہ ذی علم تھے۔ الہامی علم ان کے پاس تھا۔
 ہاں اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے۔

(آیت: ۶۹) بنیامین جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے انہیں لے کر آپ کے اور بھائی جب مصر پہنچے آپ نے اپنے
 سرکاری مہمان خانے میں ٹھہرایا، بڑی عزت و تکریم کی اور صلہ اور انعام و اکرام دیا اپنے بھائی سے تنہائی میں فرمایا کہ میں تیرا بھائی یوسف ہوں
 اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام و اکرام فرمایا ہے اب تمہیں چاہئے کہ بھائیوں نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس کا رنج نہ کرو اور اس حقیقت کو

بھی ان پر نہ کھولو۔ میں ٹوٹش میں ہوں کہ کسی نہ کسی طرح تمہیں اپنے پاس روک لوں۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ
 أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسِرْقُونَ ۖ قَالُوا وَاقُلُوا
 عَلَيْهِمَ مَاذَا تَفْقِدُونَ ۖ قَالُوا نَقْصِدُ صَوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ
 جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۖ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ
 مَا جِئْتُمُ لِنَفْسِكُمْ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سِرْقِينَ ۖ قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ
 إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ۖ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ
 فَهُوَ جَزَاؤُهُ ۖ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۖ

پھر جب انھیں ان کا سامان اسباب ٹھیک ٹھاک کر کے دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا پھر ایک آواز دینے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلے والو تم لوگ تو چور ہو ○ انھوں نے ان کی طرف منہ پھیر کر کہا کہ تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے؟ ○ جواب دیا کہ شاہی جام گم ہے جو اسے لے آئے اُسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا اس وعدہ کا میں ضامن ہوں ○ انھوں نے کہا اللہ کی قسم تم کو خوب علم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے کے لئے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں ○ انھوں نے کہا اچھا چور کی کیا سزا ہے۔ اگر تم جھوٹے ہو ○ جواب دیا کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے اسباب میں سے پایا جائے وہی اس کا بدلہ ہے ہم تو ایسے ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں ○

(آیت: ۷۰-۷۲) جب آپ اپنے بھائیوں کے حسب عادت ایک ایک اونٹ غلے کا دینے لگے اور ان کا اسباب لدنے لگا تو اپنے چالاک ملازموں سے چپکے سے اشارہ کر دیا کہ چاندی کا شاہی کٹورا بنیامین کے اسباب میں چپکے سے رکھ دیں۔ بعض نے کہا ہے یہ کٹورا سونے کا تھا۔ اسی میں پانی پیا جاتا تھا اور اسی سے غلہ بھر کے دیا جاتا تھا بلکہ ویسا ہی پیالہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی تھا۔ پس آپ کے ملازمین نے ہوشیاری سے وہ پیالہ آپ کے بھائی حضرت بنیامین کی خورجی میں رکھ دیا۔ جب یہ چلنے لگے تو سنا کہ پیچھے سے منادی ندا کرتا آ رہا ہے کہ اے قافلے والو تم چور ہو۔ ان کے کان کھڑے ہوئے رک گئے۔ ادھر متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ آپ کی کیا چیز کھوئی گئی ہے؟ جواب ملا کہ شاہی پیالہ جس سے اناج ناپا جاتا تھا سنو شاہی اعلان ہے کہ اس کے ڈھونڈ لانے والے کو ایک بوجھ اونٹ غلہ ملے گا۔ اور میں خود ضامن ہوں۔

(آیت: ۷۳-۷۵) اپنے اوپر چوری کی تہمت سن کر برادران یوسف کے کان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تم ہمیں جان چکے ہو۔ ہمارے عادات و خصائل سے واقف ہو چکے ہو ہم ایسے نہیں کہ کوئی فساد اٹھائیں ہم ایسے نہیں ہیں کہ چوریاں کرتے پھریں۔ شاہی ملازموں نے کہا اچھا اگر جام و پیالے کا چور تم میں سے ہی کوئی ہو اور تم جھوٹے پڑو تو اس کی سزا کیا ہونی چاہئے؟ جواب دیا کہ دین ابراہیمی کے مطابق اس کی سزا یہ ہے کہ وہ اس شخص کے سپرد کر دیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہے ہماری شریعت کا یہی فیصلہ ہے۔ اب حضرت یوسف علیہ السلام کا مطلب پورا ہو گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کی تلاش لی جائے۔

فَبَدَأَ بِأَوْعِيَّتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ
كَذَلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا
أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ تَرْفَعُ دَرَجَتٍ مِّنْ لَّشَاءٍ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ
قَالُوا إِن يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ فَأَسْرَهَا
يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ أَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ

پس یوسف نے ان کی خریجوں کی تلاش شروع کی اپنے بھائی کی خرجی کی تلاش سے پہلے۔ پھر اس جام کو اپنے بھائی کے شلیتے سے نکالا ہم نے یوسف کے لئے اسی طرح یہ تدبیر کی اس بادشاہ کے انصاف کی رو سے یہ اپنے بھائی کو نہ لے سکتا تھا مگر یہ کہ منظور اللہ ہو ہم جسے چاہیں درجے بلند کر دیں ہر ذی علم سے فوقیت رکھنے والا دوسرا ذی علم موجود ہے ○ کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی تو اس کا بھائی بھی پہلے چوری کر چکا ہے۔ یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں رکھ لیا اور ان کے سامنے بالکل ظاہر نہ کیا کہہا کہ تم گھٹیا درجے کے ہو اور جو تم بیان کرتے ہو اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے ○

(آیت: ۷۶) چنانچہ پہلے بھائیوں کے اسباب کی تلاشی لی حالانکہ معلوم تھا کہ ان کی خورجیاں خالی ہیں لیکن صرف اس لئے کہ انہیں اور دوسرے لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو۔ آپ نے یہ کام کیا۔ جب بھائیوں کی تلاشی ہو چکی اور جام نہ ملا تو اب بنیامین کے اسباب کی تلاشی شروع ہوئی۔ چونکہ ان کے اسباب میں رکھوایا تھا اس لئے اس میں سے نکلتا ہی تھا نکلتے ہی حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے۔ یہ تھی وہ ترکیب جو جناب باری نے اپنی حکمت اور حضرت یوسف کی اور بنیامین وغیرہ کی مصلحت کے لئے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کو سکھائی تھی۔ کیونکہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق تو باوجود چور ہونے کے بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے لیکن چونکہ بھائی خود یہی فیصلہ کر چکے تھے اس لئے یہی فیصلہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جاری کر دیا۔ آپ کو معلوم تھا کہ شرع ابراہیمی کا فیصلہ چوری کی بابت کیا ہے۔ اس لئے بھائیوں سے پہلے ہی منوالیا تھا۔ جس کے درجے اللہ بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے تم میں سے ایمانداروں کے درجے ہم بلند کریں گے۔ ہر عالم سے بالا کوئی اور عالم بھی ہے یہاں تک کہ اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ اسی سے علم کی ابتدا ہے اور اسی کی طرف علم کی انتہا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں فَوْقَ كُلِّ عَالِمٍ عَلِيمٌ ہے۔

(آیت: ۷۷) بھائی کے شلیتے میں سے جام کا ٹکنا دیکھ کر بات بنادی کہ دیکھو اس نے چوری کی تھی اور یہی کیا اس کے بھائی یوسف نے بھی ایک مرتبہ اس سے پہلے چوری کر لی تھی۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ اپنے نانا کا بت چپکے سے اٹھالائے تھے اور اسے توڑ دیا تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بڑی بہن تھیں جن کے پاس اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک کمر پڑھا تھا جو خاندان کے بڑے آدمی کے پاس رہا کرتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوتے ہی اپنی ان پھوپھی صاحبہ کی پرورش میں تھے۔ انہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے کمال درجے کی محبت تھی۔ جب آپ کچھ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو لے جانا چاہا۔ بہن صاحبہ سے درخواست کی۔ لیکن بہن نے جدائی کو ناقابل برداشت بیان کر کے انکار کر دیا۔

ادھر آپ کے والد صاحب حضرت یعقوب علیہ السلام کے شوق کی بھی انتہا نہ تھی۔ سر ہو گئے۔ آخر بہن صاحب نے فرمایا اچھا کچھ

دنوں رہنے دو۔ پھر لے جانا۔ اسی اثنا میں ایک دن انہوں نے وہی کمر پہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا۔ پھر تلاش شروع کی۔ مگر بھر جھان مارا نہ ملا۔ شور مچا۔ آخر یہ ٹھہری کہ گھر میں جو ہیں ان کی تلاشیاں لی جائیں۔ تلاشیاں لی گئیں۔ کسی کے پاس ہو تو نکلے۔ آخر حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاشی لی گئی۔ ان کے پاس سے برآمد ہوا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خبر دی گئی۔ اور ملت ابراہیمی کے قانون کے مطابق آپ اپنی پھوپھی کی تحویل میں کر دیئے گئے۔ اور پھوپھی نے اس طرح اپنے شوق کو پورا کیا۔ انتقال کے وقت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ چھوڑا۔ اسی بات کا طعنہ آج بھائی دے رہے ہیں۔ جس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن سے اپنے دل میں کہا کہ تم بڑے خانہ خراب لوگ ہو۔ اس کے بھائی کی چوری کا حال اللہ خوب جانتا ہے۔

قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ أَبَا شَيْخَا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا
مَكَانَهُ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ
تَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهُ إِنَّا إِذَا ظَلَمُومٌ ۝
فَلَمَّا اسْتَيْسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا
أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا
فَرَطْتُمْ فِي يُوسُفَ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي
أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝

کہنے لگے کہ اے عزیز مصر! اس کے والد بہت بڑی عمر کے بالکل بوڑھے شخص ہیں۔ آپ اس کے بدلے ہم میں سے کسی کو لے لیجئے، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے محسن شخص ہیں ○ یوسف نے کہا کہ ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے کی گرفتاری کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ایسا کرنے سے تو یقیناً ہم نا انصاف ہو جائیں گے ○ جب یہ اس سے مایوس ہو گئے تو تنہائی میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے ان میں سے جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کو بیچ میں رکھ کر پختہ قول و قرار لیا ہے اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں تم زبردست تصور کر چکے ہو پس میں تو اس سرزمین سے نہ ٹلوں گا جب تک کہ والد صاحب خود مجھے اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ میرا یہ معاملہ فیصلہ کر دے وہی بہترین حاکم ہے ○

(آیت: ۷۸-۷۹) جب بنیامین کے پاس سے شاہی مال برآمد ہوا اور ان کے اپنے اقرار کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے تو اب انہیں رنج ہونے لگا۔ عزیز مصر کو پرچانے لگے اور اسے رحم دلانے کے لئے کہا کہ ان کے والد ان کے بڑے ہی دلدراہ ہیں۔ ضعیف اور بوڑھے شخص ہیں۔ ان کا ایک سگا بھائی پہلے ہی گم ہو چکا ہے۔ جس کے صدمے سے وہ پہلے ہی سے چور ہیں۔ اب جو یہ سنیں گے تو ڈر رہے کہ زندہ نہ بیچ سکیں۔ آپ ہم میں سے کسی کو ان کے قائم مقام اپنے پاس رکھ لیں اور اسے چھوڑ دیں آپ بڑے محسن ہیں۔ اتنی عرض ہماری قبول فرمائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھلا یہ سنگداری اور ظلم کیسے ہو سکتا ہے کہ کرے کوئی، بھرے کوئی۔ چور کو روکا جائے گا نہ کہ شاہ کو۔ نا کردہ گناہ کو سرا دینا اور گنہگار کو چھوڑ دینا، یہ تو صحت نا انصافی اور بدسلوکی ہے۔

(آیت: ۸۰) جب برادران یوسف اپنے بھائی کے چھٹکارے سے مایوس ہو گئے، انہیں اس بات نے شش و پنج میں ڈال دیا کہ ہم والد سے سخت عہد و پیمان کر کے آئے ہیں کہ بنیامین کو آپ کی حضور میں پہنچا دیں گے۔ اب یہاں سے یہ کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے۔ الزام

ثابت ہو چکا۔ ہماری اپنی قرارداد کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے۔ اب بتاؤ کیا کیا جائے؟ اس آپس کے مشورے میں بڑے بھائی نے اپنا خیال ان لفظوں میں ظاہر کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس زبردست ٹھوس وعدے کے بعد جو ہم ابا جان سے کر کے آئے ہیں اب انہیں منہ دکھانے کے قابل تو نہیں رہے۔ نہ یہ ہمارے بس کی بات ہے کہ کسی طرح بنیامین کو شاہی قید سے آزاد کرالیں۔ پھر اس وقت ہمیں اپنا پہلا قصور اور نادم کر رہا ہے جو یوسف (علیہ السلام) کے بارے میں ہم سے اس سے پہلے سرزد ہو چکا ہے پس اب میں تو یہیں رک جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ یا تو والد صاحب میرا قصور معاف فرما کر مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ مجھے کوئی فیصلہ بھجوادے کہ میں یا تو لڑ بھڑ کر اپنے بھائی کو لے کر جاؤں اللہ تعالیٰ کوئی اور صورت بنا دے۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام روئیل تھا یا یہودا تھا، یہی تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اور بھائیوں نے قتل کرنا چاہا تھا انہوں نے روکا تھا۔

ارْجِعُوا إِلَىٰ آبَائِكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقٌ وَمَا
شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ ﴿٨١﴾ وَسَلِّ
الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا وَإِنَّا
لَصَادِقُونَ ﴿٨٢﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ
عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٨٣﴾
وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسْفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَأَبِصَّتْ عَيْنُهُ مِنْ
الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٨٤﴾

تم سب والد صاحب کی خدمت میں واپس جاؤ اور کہو کہ ابا جی آپ کے صاحبزادے نے چوری کی اور ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہم آپ جانتے تھے۔ ہم کچھ غیب کی حفاظت کرنے والے تو نہ تھے ○ آپ اس شہر کے لوگوں سے دریافت فرمائیں جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی پوچھ لیں جس کے ساتھ ہم آئے ہیں۔ واللہ ہم بالکل سچے ہیں ○ کہنا یہ تو نہیں بلکہ تم نے اپنی طرف سے بات بنائی ہے پس اب صبر ہی بہتر ہے کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس ہی پہنچا دے وہی علم و حکمت والا ہے ○ پھر ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا آہ یوسف! اس کی آنکھیں بوجہ رنج و غم کے سفید ہو چکی تھیں اور وہ غم کے مارے گھٹا جا رہا تھا ○

(آیت: ۸۱-۸۲) اب یہ اپنے اور بھائیوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ تم ابا جی کے پاس جاؤ۔ انہیں حقیقت حال سے مطلع کرو۔ ان سے کہو کہ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ چوری کر لیں گے اور چوری کا مال ان کے پاس موجود ہے ہم سے تو مسئلے کی صورت پوچھی گئی۔ ہم نے بیان کر دی۔ آپ کو ہماری بات کا یقین نہ ہو تو اہل مصر سے دریافت فرمائیے۔ جس قافلے کے ساتھ ہم آئے ہیں اس سے پوچھ لیجئے۔ کہ ہم نے صداقت امانت حفاظت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اور ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں وہ بالکل راستی پڑتی ہے۔

(آیت: ۸۳-۸۴) بھائیوں کی زبانی یہ خبر سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے اس وقت فرمایا تھا جب انہوں نے پیرا بن یوسف خون آلود پیش کر کے اپنی گھڑی ہوئی کہانی سنائی تھی کہ صبر ہی بہتر ہے۔ آپ سمجھے کہ اسی کی طرح یہ بات بھی ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے۔ بیٹوں سے یہ فرما کر اب اپنی امید ظاہر کی جو اللہ سے تھی کہ بہت ممکن ہے کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ میرے تینوں بچوں کو مجھ سے ملا دے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو بنیامین کو اور آپ کے بڑے صاحبزادے روئیل کو جو مصر میں ٹھہر گئے تھے اس امید پر کہ اگر موقع

لگ جائے تو بنیامین کو خفیہ طور پر نکال لے جائیں یا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حکم دے اور یہ اس کی رضا مندی کے ساتھ واپس لوٹیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے۔ میری حالت کو خوب جان رہا ہے۔ حکیم ہے۔ اس کی قضا و قدر اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اب آپ کے اس نئے رنج نے پرانا رنج بھی تازہ کر دیا اور حضرت یوسف کی یاد دل میں چٹکیاں لینے لگی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ انا للہ الخ پڑھنے کی ہدایات صرف اسی امت کو کی گئی ہے۔ اس نعمت سے اگلی امتیں مع اپنے نبیوں کے محروم تھیں۔ دیکھیے حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ایسے موقعہ پر یا اسفی علی یوسف کہتے ہیں۔ آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں غم نے آپ کو نابینا کر دیا تھا اور زبان خاموش تھی۔ مخلوق میں سے کسی سے شکایت و شکوہ نہیں کرتے تھے۔ غمگین اور اندوہ گین رہا کرتے تھے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ لوگ تجھ سے یہ کہہ کر دعا مانگتے ہیں کہ اے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے اللہ۔ تو تو ایسا کر کہ ان تین ناموں میں چوتھا نام میرا بھی شامل ہو جائے۔ جواب ملا کہ اے داؤد حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور صبر کیا۔ تیری آزمائش ابھی ایسی نہیں ہوئی۔ اسحاق علیہ السلام نے خود اپنی قربانی منظور کر لی اور اپنا گلا کٹوانے بیٹھ گئے۔ تجھ پر یہ بات بھی نہیں آئی۔ یعقوب علیہ السلام سے میں نے ان کے لخت جگر کو الگ کر دیا۔ اس نے بھی صبر کیا۔ تیرے ساتھ یہ واقعہ بھی نہیں ہوا یہ روایت مرسل ہے اور اس میں نکارت بھی ہے۔ اس میں بیان ہوا ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اس روایت کے راوی علی بن زید بن جدعان اکثر منکر اور غریب روایتیں بیان کر دیا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ بہت ممکن ہے کہ اخف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بنی اسرائیل سے لی ہو جیسے کعب دہب وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ بنی اسرائیل کی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو اس موقعہ پر جب کہ بنیامین قید میں تھے ایک خط لکھا تھا جس میں انہیں رحم دلانے کے لئے لکھا تھا کہ ہم مصیبت زدہ لوگ ہیں۔ میرے دادا حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے۔ میرے والد حضرت اسحاق علیہ السلام ذبح کے ساتھ آزمائے گئے۔ میں خود فراق یوسف میں مبتلا ہوں۔ لیکن یہ روایت بھی سند اثابت نہیں۔

قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتَوُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ
تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَنِيَّ وَحَزْنِيَّ
اِلَى اللّٰهِ وَاعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

بیٹوں نے کہا واللہ تو ہمیشہ یوسف کی یاد ہی میں لگے رہو گے یہاں تک کہ کھل جاؤ یا ختم ہو جاؤ ۝ اس نے کہا کہ میں کو اپنی پریشانی اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں۔ مجھے اللہ کی طرف کی وہ باتیں معلوم ہیں جن سے تم سراسر بے خبر ہو ۝

(آیت: ۸۵-۸۶) بچوں نے باپ کا یہ حال دیکھ کر انہیں سمجھنا شروع کیا کہ اباجی آپ تو اسی کی یاد میں اپنے تئیں گھلا دیں گے بلکہ ہمیں تو ڈر ہے کہ اگر آپ کا یہی حال کچھ دنوں اور رہا تو کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ میں تم سے تو کچھ نہیں کہہ رہا۔ میں تو اپنے رب کے پاس اپنا دکھ رو رہا ہوں۔ اور اس کی ذات سے بہت امید رکھتا ہوں۔ وہ بھلائیوں والا ہے۔ مجھے یوسف کا خواب یاد ہے جس کی تعبیر ظاہر ہو کر رہی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک مخلص دوست نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ آپ کی مینائی کیسے جاتی رہی؟ اور آپ کی کمر کیسے کبڑی ہو گئی؟ آپ نے فرمایا یوسف کو رو رو کر آنکھیں کھو بیٹھا اور بنیامین کے صدمے نے کمر توڑ دی۔ اسی وقت

حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد کہتا ہے کہ میری شکایتیں دوسروں کے سامنے کرنے سے آپ شرماتے نہیں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا کہ میری پریشانی اور غم کی شکایت اللہ ہی کے سامنے ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا آپ کی شکایت کا اللہ کو خوب علم ہے۔ یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس میں بھی نکارت ہے۔

يٰبَنِي اٰذْهَبُوْا فْتَحَسُّوْا مِنْ يُّوسُفَ وَ اَخِيْهِ وَلَا تَاَيِسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۚ اِنَّهٗ لَا يَاَيِسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ ﴿۸۷﴾
فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلُنَا الضَّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

میرے پیارے بچو تم جاؤ اور یوسف کی اور اس کے بھائی کی پوری طرح تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو یقیناً رحمت رب سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں ○ پھر جب لوگ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو کہنے لگے کہ اے عزیز! ہم اور ہمارا خاندان بڑی تکلیف میں ہے۔ ہم حقیر پونجی لے کر آئے ہیں۔ پس آپ ہمیں پورا پانا دیتے اور ہم پر خیرات کیجئے اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والے کو بدلہ دیتا ہے ○

(آیت: ۸۷-۸۸) حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو حکم فرما رہے ہیں کہ تم ادھر ادھر جاؤ اور حضرت یوسف اور بنیامین کی تلاش کرو۔ عربی میں تَحَسُّسُ کا لفظ بھلائی کی جستجو کے لئے بولا جاتا ہے اور برائی کی ٹٹول کے لئے تَحَسُّسُ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ساتھ میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ اس کی رحمت سے مایوس وہی ہوتے ہیں جن کے دلوں میں کفر ہوتا ہے۔ تم تلاش بند نہ کرو۔ اللہ سے نیک امید رکھو اور اپنی کوشش جاری رکھو۔ چنانچہ یہ لوگ چلے۔ پھر مصر پہنچے۔ حضرت یوسفؑ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ وہاں اپنی خستہ حالی ظاہر کی کہ قحط سالی نے ہمارے خاندان کو متاثر رکھا ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں رہا جس سے غلہ خریدتے۔ اب ردیٰ و اویٰ ناقص ہے کار کھوٹی اور قیمت نہ بننے والی کچھ یونہی سی رکھی رکھائی چیزیں لے کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ گو یہ بدلہ نہیں کہا جاسکتا نہ قیمت بنتی ہے لیکن تاہم ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں دیتے جو سچی، صحیح اور پوری قیمت پر دیا کرتے ہیں۔ ہمارے بوجھ بھر دیتے۔ ہماری خورجیاں پر کر دیتے ابن مسعود کی قرأت میں فاو ف لنا الکیل کے بدلے فافو قرر کا بنا ہے یعنی ہمارے اونٹ غلے سے لا دیتے۔ اور ہم پر صدقہ کیجئے۔ ہمارے بھائی کو رہائی دیتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ غلہ ہمیں ہمارے اس مال کے بدلے نہیں بلکہ بطور خیرات دیتے۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ سے پہلے بھی کسی نبی پر صدقہ حرام ہوا ہے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھ کر استدلال کیا کہ نہیں ہوا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ کیا کسی شخص کا اپنی دعا میں یہ کہنا مکروہ ہے کہ یا اللہ مجھ پر صدقہ کر۔ فرمایا ہاں اس لئے کہ صدقہ وہ کرتا ہے جو طالب ثواب ہو۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُّوسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْا اِنَّكَ لَآَنْتَ يُّوسُفُ قَالَ اَنَا يُّوسُفُ

وَهَذَا أَخِي قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ
اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ أَثَرْتُمُ
اللَّهِ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَطِئِينَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ
يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِمِينَ ۝

یوسف نے کہا 'جانتے بھی ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنی جہالت میں کیا کیا کیا؟' ○ انھوں نے پوچھا 'شاید تو ہی یوسف ہے' جواب دیا کہ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا۔ بات یہ ہے کہ جو بھی پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کسی نیک کار کا اجر ضائع نہیں کرتا ○ انہوں نے کہا 'اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر برتری دی ہے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم خطا کار تھے' ○ جواب دیا کہ آج تم پر کوئی ننگی بھرا الزام نہیں ہے۔ اللہ تمہیں بخشے۔ وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے ○

(آیت: ۸۹-۹۲) جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اس عاجزی اور بے بسی کی حالت میں پہنچے، اپنے تمام دکھ رونے لگے، اپنے والد کی اور اپنے گھر والوں کی مصیبتیں بیان کیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا۔ نہ ہا گیا۔ اپنے سر سے تاج اتار دیا اور بھائیوں سے کہا، 'کچھ اپنے کروت یا د بھی ہیں کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا؟ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ وہ نری جہالت کا کرشمہ تھا اسی لئے بعض سلف فرماتے ہیں کہ اللہ کا ہر گنہگار جاہل ہے۔ قرآن فرماتا ہے: ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ يَبْظَاهِرُ بِهِ مَعْلُومٌ ہوتا ہے کہ پہلی دود فعدہ کی ملاقات میں حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا حکم الہی نہ تھا۔ اب کی مرتبہ حکم ہو گیا۔ آپ نے معاملہ صاف کر دیا۔ جب تکلیف بڑھ گئی، سختی زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے راحت دے دی اور کشادگی عطا فرمادی۔

جیسے ارشاد ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی ہے۔ یقیناً سختی کے ساتھ آسانی ہے۔ اب بھائی چونکہ پڑے، کچھ اس وجہ سے کہ تاج اتارنے کے بعد پیشانی کی نشانی دیکھ لی اور کچھ اس قسم کے سوالات، کچھ حالات، کچھ اگلے واقعات سب سامنے آ گئے۔ تاہم اپنا شک دور کرنے کے لئے پوچھا کہ کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ آپ نے اس سوال کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ ہاں میں خود یوسف ہوں اور یہ میرا سگا بھائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا۔ پچھڑنے کے بعد ملادیا، تفرقہ کے بعد اجتماع کر دیا، تقویٰ اور صبر راہیگاں نہیں جاتے۔ نیک کاری بے پھل لائے نہیں رہتی۔ اب تو بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت اور بزرگی کا اقرار کر لیا کہ واقعی صورت سیرت دونوں اعتبار سے آپ ہم پر فوقیت رکھتے ہیں۔ ملک و مال کے اعتبار سے بھی اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دے رکھی ہے۔ اسی طرح بعض کے نزدیک نبوت کے اعتبار سے بھی کیونکہ حضرت یوسف نبی تھے اور یہ بھائی نبی نہ تھے۔ اس اقرار کے بعد اپنی خطا کاری کا بھی اقرار کیا۔ اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، 'میں آج کے دن کے بعد تمہیں تمہاری یہ خطا یاد بھی نہ دلاؤ گا'، میں تمہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ کرنا نہیں چاہتا نہ تم پر الزام رکھتا ہوں نہ تم پر اظہارِ غلطی کرتا ہوں بلکہ میری دعا ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف فرمائے۔ وہ ارحم الراحمین ہے۔ بھائیوں نے عذر پیش کیا، آپ نے قبول فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری پردہ چھی کرے اور تم نے جو کیا ہے اسے بخش دے۔

إِذْ هَبُوا بَقْمِصِي هَذَا فَالْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا وَأَتُونِي
بَاهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ

رَبِّحْ يُونُسَ لَوْلَا أَنْ تَفْنَدُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴿٩٦﴾

میرا یہ کرتہ تم لے جاؤ اور اسے میرے والد کے منہ پر ڈال دو کہ وہ دیکھ لگیں اور آجائیں، اور اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ ○ جب یہ قافلہ جدا ہوا تو ان کے والد نے کہا کہ مجھے تو خوشبو آ رہی ہے اگر تم مجھے کم عقل نہ بناؤ ○ وہ کہنے لگے کہ واللہ آپ تو اپنی اسی پرانی غلطی پر قائم ہیں ○

(آیت: ۹۳-۹۵) چونکہ اللہ کے رسول حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے رنج و غم میں روتے روتے نایاب ہو گئے تھے، اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ میرا یہ کرتہ لے کر تم ابا کے پاس جاؤ۔ اسے ان کے منہ پر ڈالتے ہی ان شاء اللہ ان کی نگاہ روشن ہو جائے گی۔ پھر انہیں اور اپنے گھرانے کے تمام اور لوگوں کو یہیں میرے پاس لے آؤ۔ ادھر یہ قافلہ مصر سے نکلا ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کی خوشبو پہنچادی تو آپ نے اپنے ان بچوں سے جو آپ کے پاس تھے، فرمایا کہ مجھے تو میرے پیارے فرزند یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ لیکن تم تو مجھے سزا بہتر اک عقل بڑھا کہہ کر میری اس بات کو باور نہیں کرنے کے۔ ابھی قافلہ کنعان سے آٹھ دن کے فاصلے پر تھا جو بحکم الہی ہوانے حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کے پیرا بن کی خوشبو پہنچادی۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی کی مدت اسی سال کی گزر چکی تھی اور قافلہ اسی فرسخ آپ سے دور تھا۔ لیکن بھائیوں نے کہا، آپ تو یوسف کی محبت میں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں نہ غم آپ کے دل سے دور ہو نہ آپ کو تسلی ہو۔ ان کا یہ کلمہ بڑا سخت تھا۔ کسی لائق اولاد کو لائق نہیں کہ اپنے باپ سے یہ کہے نہ کسی امتی کو لائق ہے کہ اپنے نبی سے یہ کہے۔

فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا يَا بَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿٩٦﴾ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٩٧﴾

جب خوشخبری دینے والے نے پہنچ کر اس کے منہ پر وہ کرتہ ڈالا اسی وقت وہ پھر سے بینا ہو گیا، کہنے لگا کیا میں تم سے نہ کہا کرتا تھا کہ میں اللہ کی طرف کی وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ○ وہ کہنے لگے، اباجی آپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے۔ بے شک ہم قصور وار ہیں ○ کہا اچھا میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا وہ بہت بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربانی کرنے والا ہے ○

(آیت: ۹۶-۹۸) کہتے ہیں کہ پیرا بن یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے یہود والا تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے ہی پہلے جھوٹ موٹ وہ کرتا پیش کیا تھا۔ جسے خون آلود کر کے لائے تھے اور باپ کو یہ سمجھا تھا کہ یہ یوسف کا خون ہے۔ اب بدلے کے لئے یہ کرتہ بھی لائے کہ برائی کے بدلے بھلائی ہو جائے۔ بری خبر کے بدلے خوشخبری ہو جائے۔ آتے ہی باپ کے منہ پر ڈالا۔ اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں کھل گئیں اور بچوں سے کہنے لگے، دیکھو میں تو ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا کہ اللہ کی بعض وہ باتیں میں جانتا ہوں جن سے تم محض بے خبر ہو۔ میں تم سے کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے یوسف کو ضرور مجھ سے ملائے گا۔ ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے آج میرے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ بیٹے کہنے لگے اباجی! آپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی

بخشش طلب کیجئے۔ باپ جواب میں فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے انکار نہیں اور مجھے اپنے رب سے یہ بھی امید ہے کہ وہ تمہاری خطائیں معاف فرمادے گا اس لئے کہ وہ بخششوں اور مہربانیوں والا ہے۔ تو یہ کرنے والوں کی تو یہ قبول فرمایا کرتا ہے۔ میں صبح سحری کے وقت تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آتے تو سنتے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ الہی تو نے پکارا میں نے مان لیا تو نے حکم دیا میں بجالایا۔ یہ حر کا وقت ہے۔ پس تو مجھے بخش دے۔ آپ نے کان لگا کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے یہ آواز آرہی ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا یہی وہ وقت ہے جس کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے تھوڑی دیر بعد استغفار کروں گا۔ حدیث میں ہے کہ یہ رات جمعہ کی رات تھی۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جب جمعہ کی رات آجائے۔ لیکن یہ حدیث غریب ہے۔ بلکہ اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے واللہ اعلم۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ
إِن شَاءَ اللَّهُ أَمِينٌ ۖ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ
سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يَا أَبَتِ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا
رَبِّي حَقًّا ۖ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمُ
مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ ۚ إِنَّ نَزْعَ الشَّيْطَانِ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي
إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝

جب یہ سارا گھرانہ یوسف کے پاس پہنچ گیا تو یوسف نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ اللہ کو منظور ہے تو آپ سب امن و امان کے ساتھ مصر میں آؤ۔ اپنے تخت پر اپنے ماں باپ کو اونچا بٹھایا اور سب اس کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ جب کہا باجی۔ یہ ہے میرے پہلے کے خواب کی تعبیر میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا اس نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا جب کہ مجھے جیل خانے سے نکالا اور تمہیں محل سے لے آیا۔ اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ڈال دیا تھا میرا رب جو چاہے اس کے لئے بہترین تدبیر کرنے والا ہے اور ہے بھی وہ بہت علم و حکمت والا ○

(آیت: ۹۹-۱۰۰) بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے تئیں ظاہر کر کے فرمایا تھا کہ باجی کو اور لھر کے سب لوگوں کو یہیں لے آؤ۔ بھائیوں نے یہی کیا۔ اس بزرگ قافلے نے کنعان سے کوچ کیا۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لئے چلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امیر امر اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ بھی مروی ہے کہ خود شاہ مصر بھی استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا تھا۔ اس کے بعد جو جگہ دیئے وغیرہ کا ذکر ہے اس کی بابت بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس کی عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی آپ نے ان سے فرمایا تم مصر میں چلو ان شاء اللہ پر امن اور بے خطر رہو گے۔ اب شہر میں داخلے کے بعد آپ نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور انہیں اونچے تخت پر بٹھایا۔ لیکن امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں سدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بالکل ٹھیک ہے۔ جب پہلی ہی ملاقات ہوئی تو آپ نے انہیں اپنے پاس کر لیا اور جب شہر کا دروازہ آیا تو فرمایا اب اطمینان کے ساتھ یہاں چلئے۔ لیکن اس میں بھی ایک بات رہ گئی ہے۔ ابو اہل میں منزل میں جگہ

دینے کو کہتے ہیں جیسے اوی الیہ احاہ میں ہے۔ اور حدیث میں بھی ہے من اوی محدثا پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کا مطلب یہ بیان نہ کریں کہ ان کے آجانے کے بعد انہیں جگہ دینے کے بعد آپ نے ان سے فرمایا کہ تم امن کے ساتھ مصر میں داخل ہو یعنی یہاں قحط وغیرہ کی مصیبتوں سے محفوظ ہو کر با آرام رہو سو مشہور ہے کہ اور جو قحط سالی کے سال باقی تھے۔ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تشریف آوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے۔ جیسے کہ اہل مکہ کی قحط سالی سے تنگ آ کر ابوسفیان نے آپ سے شکایت کی اور بہت روئے پیٹے اور سفارش چاہی۔ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ کے والد صاحب کے ہمراہ آپ کی خالہ صاحبہ آئی تھیں۔ لیکن امام ابن جریر اور امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آپ کی والدہ خود ہی زندہ موجود تھیں۔ ان کی موت پر کوئی صحیح دلیل نہیں اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اس بات کو چاہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ زندہ موجود تھیں۔ یہی بات ٹھیک بھی ہے۔ آپ نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھالیا۔ اس وقت ماں باپ بھی اور گیارہ بھائی کل کے کل آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ آپ نے فرمایا اباجی لیجئے میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہوگئی یہ ہیں گیارہ ستارے اور یہ ہیں سورج چاند جو میرے سامنے سجدے میں ہیں۔ ان کی شرع میں یہ چیز جائز تھی کہ بڑوں کو سلام کے ساتھ سجدہ کرتے تھے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یہ بات جائز رہی لیکن اس ملت محمدیہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی اور کے لئے سوائے اپنی ذات پاک کے سجدے کو مطلقاً حرام کر دیا۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسے اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے قول کا حاصل مضمون یہی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں کو سجدے کرتے ہیں۔ یہ جب لوئے تو انہوں نے حضور ﷺ کو سجدہ کیا۔ آپ نے پوچھا معاذ یہ کیا بات ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ کرے۔ بہ سبب اس کے بہت بڑے حق کے جو اس پر ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کے ابتدائی زمانے میں راستے میں حضور ﷺ کو دیکھ کر آپ کے سامنے سجدہ کیا تو آپ کے فرمایا سلمان مجھے سجدہ نہ کرو۔ سجدہ اس اللہ کو کرو جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے۔ جو کبھی نہ مرے گا۔ الغرض چونکہ اس شریعت میں جائز تھا اس لئے انہوں نے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا لیجئے اباجی میرے خواب کا ظہور ہو گیا۔ میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا۔ اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ اور آیت میں قیامت کے دن کے لئے بھی یہی لفظ بولا گیا ہے یوم یاتنی تاویلہ پس یہ بھی اللہ کا مجھ پر ایک احسان عظیم ہے کہ اس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا اور جو میں نے سوتے سوتے دیکھا تھا الحمد للہ مجھے جاگنے میں بھی اس نے دکھا دیا۔ اور احسان اس کا یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نجات دی اور تم سب کو صحرا سے یہاں لا کر مجھ سے ملا دیا۔ آپ چونکہ جانوروں کے پالنے والے تھے اس لئے عموماً بادیہ میں ہی قیام رہتا تھا، فلسطین بھی شام کے جنگلوں میں ہے۔ اکثر اوقات پڑاؤ رہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ ادلاج میں حسی کے نیچے رہا کرتے تھے اور مویشی پالتے تھے اونٹ بکریاں وغیرہ ساتھ رہتی تھیں۔

پھر فرماتے ہیں اس کے بعد کہ شیطان نے ہم میں پھوٹ ڈلوادی تھی اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اس کے ویسے ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے اور اسے آسان اور سہل کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ اپنے افعال اقوال و تقاضا و قدر و مختار و مراد میں وہ با حکمت ہے۔ سلیمان کا قول ہے کہ خواب کے دیکھنے اور اس کی تاویل کے ظاہر ہونے میں چالیس سال کا وقفہ تھا۔ عبد اللہ بن شداد فرماتے ہیں خواب کی تعبیر کے واقع ہونے میں اس سے زیادہ زمانہ لگتا بھی نہیں۔ یہ آخری مدت ہے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ باپ بیٹے اسی برس کے بعد ملے۔ تم خیال تو کرو کہ زمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ اللہ کا کوئی محبوب بندہ نہ تھا۔ پھر بھی اتنی مدت انہیں فراق یوسف میں گزری۔ ہر وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور دل میں غم کی موجیں اٹھتیں۔ اور روایت میں ہے کہ یہ مدت تر اسی سال کی تھی۔ فرماتے ہیں: جب حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں ڈالے گئے، اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی۔ اسی برس تک آپ باپ کی نظروں سے اوجھل رہے۔ پھر ملاقات کے بعد تیس برس زندہ رہے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ بقول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ تریپن برس کے بعد باپ بیٹا ملے۔ ایک قول ہے کہ اٹھارہ سال ایک دوسرے سے دور رہے اور ایک قول ہے کہ چالیس سال کی جدائی رہی اور پھر مصر میں باپ سے ملنے کے بعد سترہ سال زندہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل جب مصر پہنچے ہیں، ان کی تعداد صرف تریہٹھ کی تھی اور جب یہاں سے نکلے ہیں، اس وقت ان کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار کی تھی۔ مسروق کہتے ہیں: آنے کے وقت یہ مع مرد و عورت تین سو نوے تھے۔ عبداللہ بن شداد کا قول ہے کہ جب یہ لوگ آئے کل چھپایا تھے یعنی مرد و عورت بوڑھے بچے سب ملا کر اور جب نکلے ہیں اس وقت ان کی کتنی چھ لاکھ سے اوپر ہو رہی تھی۔

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمَلِكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ

اے میرے پروردگار تو نے مجھے ملک عطا فرمایا اور تو نے مجھے خواب کی تعبیر سکھائی، اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا والی اور کار ساز ہے تو مجھے مسلمان مارا اور نیکیوں میں ملا دے ○

(آیت ۱۰۱) نبوت مل چکی بادشاہت عطا ہو گئی، دکھ کٹ گئے، ماں باپ اور بھائی سب سے ملاقات ہو گئی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جیسے یہ دنیوی نعمتیں تو نے مجھ پر پوری کی ہیں، ان نعمتوں کو آخرت میں پوری فرما، جب بھی موت آئے تو اسلام پر اور تیری فرمانبرداری پر آئے اور میں نیک لوگوں میں ملا دیا جاؤں اور نبیوں اور رسولوں میں صَلَوَاتُ اللَّهِ وَ سَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ بہت ممکن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا بوقت وفات ہو۔ جیسے کہ صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ انتقال کے وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی اٹھائی اور یہ دعا کی کہ اے اللہ رفیق اعلیٰ میں ملا دے۔ تین مرتبہ آپ نے یہی دعا کی۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ جب بھی وفات آئے، اسلام پر آئے اور نیکیوں میں مل جاؤں۔ یہ نہیں کہ اسی وقت آپ نے یہ دعا اپنی موت کے لئے کی ہو۔ اس کی بالکل وہی مثال ہے جو کوئی کسی کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تجھے اسلام پر موت دے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ابھی ہی تجھے موت آجائے۔ یا جیسے ہم مانگتے ہیں کہ الہی ہمیں تیرے دین پر ہی موت آئے یا ہماری یہی دعا کہ اللہ مجھے اسلام پر مارا اور نیک کاروں میں ملا۔ اور اگر یہی مراد ہو کہ واقعی آپ نے اسی وقت موت مانگی تو ممکن ہے کہ یہ بات اس شریعت میں جائز ہو۔ چنانچہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب آپ کے تمام کام بن گئے، آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں، ملک، مال، عزت، آبرو، خاندان، برادری، بادشاہت سب مل گئے تو آپ کو صالحین کی جماعت میں پہنچنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کسی نبی نے سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے آپ سے پہلے موت طلب نہیں کی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہی سب سے پہلے اس دعا کے مانگنے والے ہیں، ممکن ہے اس سے مراد ابن عباس کی یہ ہو کہ اس دعا کو سب سے پہلے کرنے والے یعنی خاتمہ اسلام پر ہونے کی دعا کے سب

سے پہلے مانگنے والے آپ ہی تھے۔ جیسے کہ یہ دعا رب اغفر لی و لوالدی سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے مانگی تھی۔ باوجود اس کے بھی اگر یہی کہا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی ہی دعا کی تھی تو ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کے دین میں جائز ہو۔ ہمارے ہاں تو سخت ممنوع ہے۔ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی کسی سختی اور ضرر سے گھبرا کر موت کی آرزو نہ کرے اگر اسے ایسی ہی تمنا کرنی ضروری ہے تو یوں کہے اے اللہ جب تک میری حیات تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب تیرے علم میں میری موت میرے لئے بہتر ہو مجھے موت دے دے۔ بخاری و مسلم کی اسی حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی کسی سختی کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔ اگر وہ نیک ہے تو اس کی زندگی اس کی نیکیاں بڑھائے گی اور اگر وہ بد ہے تو بہت ممکن ہے کہ زندگی میں کسی وقت توبہ کی توفیق ہو جائے بلکہ یوں کہے اے اللہ جب تک میرے لئے حیات بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ۔

مسند احمد میں ہے ہم ایک مرتبہ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ہمیں وعظ و نصیحت کی اور ہمارے دل گرمادے۔ اس وقت ہم سب سے زیادہ رونے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے روتے ہی روتے ان کی زبان سے نکل گیا کہ کاش کہ میں مرجاتا آپ نے فرمایا۔ سعد میرے سامنے موت کی تمنا کرتے ہو؟ تین مرتبہ یہی الفاظ دہرائے۔ پھر فرمایا اے سعد اگر تو جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو جس قدر عمر بڑھے گی اور نیکیاں زیادہ ہوں گی تیرے حق میں بہتر ہے۔ مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی ہرگز ہرگز موت کی تمنا نہ کرے نہ اس کی دعا کرے اس سے پہلے کہ وہ آئے۔ ہاں اگر کوئی ایسا ہو کہ اسے اپنے اعمال کا وثوق اور ان پر یقین ہو۔ سنو تم میں سے جو مرتا ہے اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔ مومن کے اعمال اس کی نیکیاں ہی بڑھاتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ یہ حکم اس مصیبت میں ہے جو دنیوی ہو اور اسی کی ذات کے متعلق ہو۔ لیکن اگر فتنہ مذہبی ہو مصیبت دینی ہو تو موت کا سوال جائز ہے۔ جیسے کہ فرعون کے جادوگروں نے اس وقت دعا کی تھی جب کہ فرعون انہیں قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ کہا تھا کہ الہی ہم کو صبر عطا کر اور ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے۔ اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام جب درد زہ سے گھبرا کر کھجوروں کے تنے تلے گئیں تو بے ساختہ منہ سے نکل گیا کہ کاش میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور آج تو لوگوں کی زبان سے بھلا دی گئی ہوتی۔ یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب معلوم ہوا کہ لوگ انہیں زنا کی تہمت لگا رہے ہیں اس لئے کہ آپ خاوند والی نہ تھیں اور حمل ٹھہر گیا تھا۔ پھر بچہ پیدا ہوا تھا اور دنیا نے شور مچایا تھا کہ مریم بڑی بدعورت ہے۔ نہ ماں بری نہ باپ بدکار۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی مخلصی بیان کر دی اور اپنے بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گہوارے میں زبان دی اور مخلوق کو زبردست معجزہ اور ظاہر نشان دکھا دیا صلوات اللہ و سلامہ علیہا۔

ایک حدیث میں ایک لمبی دعا کا ذکر ہے جس میں یہ جملہ بھی ہے کہ الہی جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنہ کا ارادہ کرے تو مجھے اس فتنے میں مبتلا کرنے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھالے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں دو چیزوں کو انسان اپنے حق میں بری جانتا ہے موت کو بری جانتا ہے اور موت مومن کے لئے فتنے سے بہتر ہے۔ مال کی کمی کو انسان اپنے لئے برائی خیال کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی ہے الغرض دینی فتنوں کے وقت طلب موت جائز ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری زمانے میں جب دیکھا کہ لوگوں کی شرارتیں کسی طرح ختم نہیں ہوتیں اور کسی طرح اتفاق نصیب نہیں ہوتا تو دعا کی کہ الہ العالمین مجھے اب تو اپنی طرف قبض کر لے۔ یہ لوگ مجھ سے اور میں ان سے تنگ آ چکا ہوں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی جب فتنوں کی زیادتی ہوئی اور دین کا سنبھالنا مشکل ہو پڑا اور امیر خراسان کے ساتھ بڑے معرکے پیش آئے تو آپ نے جناب باری سے دعا کی کہ الہی اب مجھے اپنے پاس بلا لے۔ ایک حدیث میں ہے کہ فتنوں کے زمانوں میں انسان قبر کو دیکھ کر کہے گا کاش کہ میں اس جگہ ہوتا کیونکہ فتنوں بلاؤں زلزلوں اور سختیوں نے ہر ایک مفتون کو فتنے میں

ڈال رکھا ہوگا۔

ابن جریر میں ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے ان بیٹوں کے لئے جن سے بہت سے قصور سرزد ہو چکے تھے استغفار کیا تو اللہ نے ان کا استغفار قبول کیا اور انہیں بخش دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سارا خاندان مصر میں جمع ہو گیا تو برادران یوسف نے ایک روز آپس میں کہا کہ ہم نے اباجی کو جتنا ستایا ہے ظاہر ہے۔ ہم نے بھائی یوسف پر جو ظلم توڑے ہیں ظاہر ہیں۔ اب گویہ دونوں بزرگ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہماری خطا سے درگزر فرما جائیں۔ لیکن کچھ خیال بھی ہے کہ اللہ کے ہاں ہماری کیسی درگت بنے گی؟ آخر یہ ٹھہری کہ آؤ اباجی کے پاس چلیں اور ان سے التجائیں کریں۔ چنانچہ سب مل کر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بھی باپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آتے ہی انہوں نے بیک زبان کہا کہ حضور ہم آپ کے پاس ایک ایسے اہم امر کے لئے آج آئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی ایسے اہم کام کے لئے آپ کے پاس نہیں آئے تھے اباجی اور اے بھائی صاحب! ہم اس وقت ایسی مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہمارے دل اس قدر کپکپا رہے ہیں کہ آج سے پہلے ہماری ایسی حالت کبھی نہیں ہوئی۔ الغرض کچھ اس طرح نرمی اور لجاجت کی کہ دونوں بزرگوں کا دل بھرا آیا ظاہر ہے کہ انبیاء کے دلوں میں تمام مخلوق سے زیادہ رحم اور نرمی ہوتی ہے۔ پوچھا کہ آخر تم کیا کہتے ہو اور ایسی تم پر کیا پتلا پڑی ہے؟ سب نے کہا آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم نے آپ کو کس قدر ستایا! ہم نے بھائی پر کیسے ظلم و ستم ڈھائے؟ دونوں نے کہا ہاں معلوم ہے پھر؟ کہا کیا یہ درست ہے کہ آپ دونوں نے ہماری تفسیر معاف فرمادی؟ کہا ہاں بالکل درست ہے۔ ہم دل سے معاف کر چکے۔ تب لڑکوں نے کہا آپ کا معاف کر دینا بھی بے سود ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف نہ کر دے۔ پوچھا اچھا پھر مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ جواب دیا یہی کہ آپ ہمارے لئے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں یہاں تک کہ بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ نے ہمیں بخش دیا تو البتہ ہماری آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آ سکتا ہے ورنہ ہم تو دونوں جہاں سے گئے گزرے۔ اس وقت آپ کھڑے ہو گئے۔ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے بڑے ہی خشوع و خضوع سے جناب باری میں گڑ گڑا کر دعا کیں شروع کیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام دعا کرتے تھے حضرت یوسف آمین کہتے تھے کہتے ہیں کہ تیس سال تک دعا مقبول نہ ہوئی۔

آخر تیس سال تک جب کہ بھائیوں کا خون خوف خداوندی سے خشک ہونے لگا تب وحی آئی اور قبولیت دعا اور بخشش فرزندان کی بشارت سنائی گئی بلکہ یہ بھی فرمایا گیا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ تیرے بعد نبوت بھی انہیں ملے گی۔ یہ قول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور اس میں دوراوی ضعیف ہیں۔ یزید رقاشی صاحب می۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے ابراہیم و اسحاق کی جگہ میں دفن کرنا۔ چنانچہ بعد از انتقال آپ نے یہ وصیت پوری کی اور ملک شام کی زمین میں آپ کے باپ دادا کے پاس دفن کیا۔ علیہم الصلوٰت و السلام۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ
اِذْ اَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝ وَمَا اَكْثَرَ النَّاسَ وَلَوْ حَرَصْتَ
بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنَّ هُوَ الْاَلَا
ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کی ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں تو تو ان کے پاس نہ تھا جب کہ انھوں نے اپنی بات ٹھان لی تھی اور وہ فریب کرنے لگے تھے ○
گو تو لا کھ چاہے لیکن اکثر لوگ ایماندار نہ ہوں گے ○ تو ان سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کر رہا یہ تو تمام دنیا کے لئے نری نصیحت ہی نصیحت ہے ○

(آیت: ۱۰۲-۱۰۴) حضرت یوسفؑ کا تمام وکمال قصہ بیان فرما کر کہ کس طرح بھائیوں نے ان کے ساتھ برائی کی اور کس طرح ان کی جان تلف کرنی چاہی اور اللہ نے انہیں کس طرح بچایا اور کس طرح اوج و ترقی پر پہنچایا اب اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ اور اس جیسی اور چیزیں سب ہماری طرف سے تمہیں دی جاتی ہیں تاکہ لوگ ان سے نصیحت حاصل کریں اور آپ کے مخالفین کی بھی آنکھیں کھلیں اور ان پر ہماری حجت قائم ہو جائے تو اس وقت کچھ ان کے پاس تھوڑے ہی تھا جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کھلا داؤ فریب کر رہے تھے۔ کنویں میں ڈالنے کے لئے سب مستعد ہو گئے تھے۔ صرف ہمارے بتانے سکھانے سے تجھے یہ واقعات معلوم ہوئے۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے قصے کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ جب وہ قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم کو کون پالے تو اس وقت ان کے پاس نہ تھا۔ الخ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں بھی اسی قسم کا ارشاد فرمایا ہے کہ بجانب مغربی جب ہم حضرت موسیٰ کو اپنی باتیں سمجھا رہے تھے تو وہاں نہ تھا۔ اسی طرح اہل مدین کا معاملہ بھی تجھ سے پوشیدہ ہی تھا۔ ملاء اعلیٰ کی آہ کی گفتگو میں موجود نہ تھا۔ یہ سب ہماری طرف سے بذریعہ وحی تجھے بتایا گیا یہ کھلی دلیل ہے تیری رسالت و نبوت کی کہ گذشتہ واقعات تو اس طرح کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے کہ گویا تو نے آپ پچشم خود دیکھے ہیں اور تیرے سامنے ہی گزرے ہیں۔ پھر یہ واقعات نصیحت و عبرت حکمت و موعظت سے پر ہیں جن سے انسانوں کی دین و دنیا سنور سکتی ہے۔ باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان سے کورے رہ جاتے ہیں گو تو لا کھ چاہے کہ یہ یومن بن جائیں۔ اور آیت میں ہے وَ اِنْ تُطْعَ اَكْثَرُ مَنْ فِي الْاَرْضِ يَضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِذَا تَوَّاسَنُوْا كِيَاكِبُكُمْ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَ هُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ شَيْئًا ۝۱۰۲ (اور اگر تو انسانیوں کی اکثریت کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے راہ اللہ سے بہکا اور بھٹکا دیں گے۔ بہت سے واقعات کے بیان کے بعد ہر ایک واقعہ کے ساتھ قرآن نے فرمایا ہے کہ گو اس میں بڑا زبردست نشان ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔ آپ جو کچھ بھی جھاکشی کر رہے ہیں اور مخلوق خدا کو راہ خدا دکھا رہے ہیں اس میں آپ کا اپنا دنیوی نفع ہرگز مقصود نہیں آپ ان سے کوئی اجرت اور کوئی بدلہ نہیں چاہتے بلکہ یہ صرف اللہ کی رضا جوئی کے لئے مخلوق کے نفع کے لئے ہے۔ یہ تو تمام جہان کے لئے سراسر ذکر ہے کہ وہ راہ راست پائیں، نصیحت حاصل کریں عبرت پکڑیں ہدایت و نجات پائیں۔

وَكَآيِنٌ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۱۰۳ وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُشْرِكُوْنَ ۝۱۰۴ اَفَاَمِنُوْا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۰۵

آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے یہ منہ موڑے گزر جاتے ہیں ○ ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں ○
کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس اللہ کے عذابوں میں سے کوئی عام عذاب آجائے یا ان پر چانک قیامت ٹوٹ پڑے اور وہ محض بے خبری ہو؟ ○

(آیت: ۱۰۵-۱۰۷) بیان ہو رہا ہے قدرت کی بہت سے نشانیاں و وحدانیت کی بہت سی گواہیاں دن رات ان کے سامنے ہیں۔ پھر بھی اکثر لوگ نہایت بے پرواہی اور سبک سری سے ان میں کبھی غور و فکر نہیں کرتے۔ کیا یہ اتنا وسیع آسمان، کیا یہ اس قدر پھیلی ہوئی زمین، کیا یہ روشن ستارے یہ

گروش والا سورج چاند یہ درخت اور یہ پہاڑ یہ کھیتیاں اور سبزیاں یہ تلاطم برپا کرنے والے سمندر یہ بزور چلنے والی ہوائیں یہ مختلف قسم کے رنگارنگ میوے یہ الگ الگ نسل اور قدرت کی بے شمار نشانیاں ایک عقل مند کے اس قدر بھی کام نہیں آ سکتیں کہ وہ ان سے اپنے اللہ کی جو احد ہے صمد ہے واحد ہے لاشریک ہے قادر و قیوم ہے باقی اور کافی ہے اس ذات کو پہچان لیں اور اس کے ناموں اور صفوں کے قائل ہو جائیں؟ بلکہ ان میں سے اکثریت کی ذہنیت تو یہاں تک بگڑ چکی ہے کہ اللہ پر ایمان ہے۔ پھر شرک سے دست برداری نہیں۔ آسمان وزمین پہاڑ اور درخت انسان اور جن کا خالق اللہ مانتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کے سوا دوسروں کو اس کے ساتھ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہ مشرکین حج کو آتے ہیں۔ احرام باندھ کر بلیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ یا الہی تیرا کوئی شریک نہیں۔ جو بھی شریک ہیں ان کا خود کا مالک بھی تو ہے اور ان کی ملکیت کا مالک بھی تو ہی ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب وہ اتنا کہتے ہیں کہ ہم حاضر ہیں الہی تیرا کوئی شریک نہیں تو آنحضرت ﷺ فرماتے، بس بس یعنی اب آگے کچھ نہ کہو۔ فی الواقع شرک ظلم عظیم ہے کہ اللہ کے ساتھ دوسرے کی بھی عبادت کی جائے۔ صحیحین میں ہے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسالت پناہ ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تیرا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اسی آیت کے تحت میں منافقین بھی داخل ہیں۔ ان کے عمل اخلاص والے نہیں ہوتے بلکہ وہ ریاکار ہوتے ہیں اور ریاکاری بھی شرک ہے۔ قرآن کا فرمان ہے ان المنافقین خادعون اللہ و هو خادعہم الخ منافق اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ کی طرف سے خود دھوکے میں ہیں یہ نماز کو بڑے ہی سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھانا مقصود ہوتا ہے ذکر اللہ تو برائے نام ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ بعض شرک بہت جلدی اور پوشیدہ ہوتے ہیں۔ خود کرنے والے کو بھی پتہ نہیں چلتا۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کے پاس گئے۔ اس کے بازو پر ایک دھاگا باندھا ہوا دیکھ کر آپ نے اسے توڑ دیا اور یہی آیت پڑھی کہ ایما ندرہوت ہوئے بھی مشرک بنتے ہو؟ حدیث شریف میں ہے تو اللہ کے سوا دوسرے کے نام کی جس نے قسم کھائی وہ مشرک ہو گیا۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جھاڑ پھونک، دُورے دھاگے اور جھوٹے تعویذ شرک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توکل کے باعث سب غیبتوں سے دور کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد وغیرہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہ کی عادت تھی جب کبھی باہر سے آتے، زور سے کھنکھارتے، تھوکتے کہ گھر والے سمجھ جائیں اور آپ انہیں کسی ایسی حالت میں نہ دیکھ پائیں کہ برا لگے۔ ایک دن اسی طرح آپ آئے۔ اس وقت میرے پاس ایک بڑھیا تھی جو بوجہ بیماری کے مجھ پر دم جھاڑا کرنے کو آئی تھی۔ میں نے آپ کی کھنکھار کی آواز سنتے ہی اسے چار پائی تلے چھپا دیا، آپ آئے۔ میرے پاس میری چار پائی پر بیٹھ گئے اور میرے گلے میں دھاگا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اس میں دم کرا کے میں نے باندھ لیا ہے۔ آپ نے اسے پکڑ کر توڑ دیا اور فرمایا، عبداللہ کا گھر شرک سے بے نیاز ہے۔ خود میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جھاڑ پھونک، تعویذات اور دُورے دھاگے شرک ہیں۔ میں نے کہا، یہ آپ کیسے فرماتے ہیں۔ میری آنکھ دکھ رہی تھی۔ میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی۔ وہ دم جھاڑا کرتا تھا تو سکون ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا تیری آنکھ میں شیطان چوکا مارا کرتا تھا اور اس کی پھونک سے وہ رک جاتا تھا، تجھے یہ کافی تھا کہ وہ کہتی جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے اَذْهَبِ الْبَاسِ رَبِّ النَّاسِ وَأَشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

مسند احمد کی اور حدیث میں عیسیٰ بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ عبداللہ بن حکیم بیمار پڑے۔ ہم ان کی عیادت کے لئے گئے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کوئی دُورادھا گالکا لیں تو اچھا ہو آپ نے فرمایا میں دُورادھا گالکاؤں؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو شخص جو چیز

<http://fb.com/ranajabirabbas>

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي
وَسُبْحَنَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا
رِجَالًا نُوْحِيَ إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ أَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ
اتَّقَوْا أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

تو کہہ میری راہ یہی ہے اللہ کی طرف۔ میں اور میرے فرمانبرار بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں ۝ تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے ہیں سب شہری مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے گئے کیا زمین میں چل پھر کر انھوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا کیا کچھ انجام ہوا؟ یقیناً آخرت کا گھر بہتر گاروں کے لئے بہت ہی بہتر ہے کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے؟ ۝

دعوت وحدانیت ☆ ☆ (آیت: ۱۰۸) اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جنہیں تمام جن و انس کی طرف بھیجا ہے، حکم دیتا ہے کہ لوگوں کو خبر کر دو کہ میرا مسلک میرا طریق میری سنت یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت کی دعوت عام کر دوں۔ پورے یقین و دلیل اور بصیرت کے ساتھ میں اس طرف سب کو بلا رہا ہوں۔ میرے جتنے پیرو ہیں وہ بھی اسی طرف سب کو بلا رہے ہیں۔ شرعی، نقلی اور عقلی دلیلوں کے ساتھ اس طرف دعوت دیتے ہیں۔ ہم اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اس کی تعظیم تقدیس، تسبیح تہلیل بیان کرتے ہیں اسے شریک سے، نظیر سے، عدیل سے، وزیر سے، مشیر سے اور ہر طرح کی کمی اور کمزوری سے پاک مانتے ہیں نہ اس کی اولاد مانیں نہ بیوی نہ ساتھی نہ ہم جنس۔ وہ ان تمام بری باتوں سے پاک اور بلند و بالا ہے۔ آسمان و زمین اور ان کی ساری مخلوق اس کی حمد و تسبیح کر رہی ہے لیکن لوگ ان کی تسبیح سمجھتے نہیں اللہ بڑا ہی حلیم اور غفور ہے۔

رسول اور نبی صرف مرد ہی ہوئے ہیں ☆ ☆ (آیت: ۱۰۹) بیان فرماتا ہے کہ رسول اور نبی مرد ہی بننے رہے نہ کہ عورتیں۔ جمہور اہل اسلام کا یہی قول ہے کہ نبوت عورتوں کو کبھی نہیں ملی۔ اس آیت کریمہ کا سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن بعض کا قول ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم بھی نبیہ تھیں۔ ملائکہ نے حضرت سارہ کو ان کے لڑکے اسحاق اور پوتے یعقوب کی بشارت دی۔ موسیٰ کی ماں کی طرف انہیں دودھ پلانے کی وحی ہوئی۔ مریم کو حضرت عیسیٰ کی بشارت فرشتے نے دی۔ فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے تجھے پسندیدہ پاک اور برگزیدہ کر لیا ہے تمام جہان کی عورتوں پر۔ اے مریم اپنے رب کی فرماں برداری کرتی رہ، اس کے لئے سجدے کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتنا تو ہم مانتے ہیں جتنا قرآن نے بیان فرمایا۔ لیکن اس سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف اتنا فرمان یا اتنی بشارت یا اتنے حکم کی نبوت کے لئے دلیل نہیں۔

اہل سنت والجماعت کا اور سب کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں میں سے کوئی نبوت والی نہیں۔ ہاں ان میں صدقیات ہیں جیسے کہ سب سے اشرف اور افضل عورت حضرت مریم کی نسبت قرآن نے فرمایا ہے وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ پس اگر وہ نبی ہوتیں تو اس مقام میں وہی مرتبہ بیان کیا جاتا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے رہنے والے انسان ہی نبی ہوتے رہے نہ کہ آسمان سے کوئی فرشتہ اترتا ہو۔ چنانچہ اور آیت میں ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنْهُمْ لِيَا كُلُّوا الطَّعَامَ وَيَمْشُوا فِي الْأَسْوَاقِ یعنی تجھ سے پہلے جتنے بول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں آمد و رفت بھی رکھتے تھے۔ وہ ایسے نہ تھے کہ کھانا کھانے سے پاک ہوں نہ ایسے تھے کہ کبھی

مرنے والے ہی نہ ہوں، ہم نے ان سے اپنے وعدے پورے کئے، انہیں اور ان کے ساتھ جنہیں ہم نے چاہا، نجات دی اور مسرف لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اسی طرح اور آیت میں ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ الخ، یعنی میں کوئی پہلا رسول تو نہیں؟ الخ پوچھو کہ اہل قریٰ سے مراد اہل شہر ہیں نہ کہ بادیہ نشین۔ وہ تو بڑے کج طبع اور بد اخلاق ہوتے ہیں۔ مشہور و معروف ہے کہ شہری نرم طبع اور خوش خلق ہوتے ہیں۔ اسی طرح بستیوں سے دور والے پر لے کنارے رہنے والے بھی عموماً ایسے ہی میڑھے ترچھے ہوتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے اَلَا عَرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا الخ، جنگلوں کے رہنے والے بد و کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔ قنادہ بھی یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کیونکہ شہریوں میں علم و حاکم زیادہ ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ بادیہ نشین اعراب میں سے کسی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اسے بدلہ دیا لیکن اسے اس نے بہت کم سمجھا، آپ نے اوردیا۔ اوردیا یہاں تک کہ اسے خوش کر دیا۔ پھر فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ سوائے قریش اور انصاری اور ثقفی اور دوسی لوگوں کے اوروں کا تحفہ قبول ہی نہ کروں۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ مومن جو لوگوں سے ملے جلے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے وہ اس سے بہتر ہے جو نہ ان سے ملے جلے اور نہ ان کی ایذاؤں پر صبر کرے۔ یہ جھٹلانے والے کیا ملک میں چلتے پھرتے نہیں کہ اپنے سے پہلے کے جھٹلانے والوں کی حالتوں کو دیکھیں اور ان کے انجام پر غور کریں؟ جیسے فرمان ہے اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا الخ، یعنی کیا انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی کہ ان کے دل سمجھدار ہوتے۔ ان کے کان سن لیتے، ان کی آنکھیں دیکھ لیتیں کہ ان جیسے گنہگاروں کا کیا حشر ہوتا رہا ہے؟ وہ نجات سے محروم رہتے ہیں۔ عتاب الہی انہیں غارت کر دیتا ہے۔ عالم آخرت ان کے لئے بہت ہی بہتر ہے جو احتیاط سے زندگی گزار دیتے ہیں۔ یہاں بھی نجات پاتے ہیں اور وہاں بھی اور وہاں کی نجات یہاں کی نجات سے بہت ہی بہتر ہے۔ وعدہ الہی ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد فرماتے ہیں اور قیامت کے دن بھی ان کی امداد کریں گے، اس دن گواہ کھڑے ہوں گے، ظالموں کے عذر بے سود رہیں گے، ان پر لعنت برے گی اور ان کے لئے برا گھر ہوگا۔ گھر کی اضافت آخرت کی طرف کی۔ جیسے صلوٰۃ اولیٰ اور مسجد جامع اور عام اول اور بارحۃ الاولیٰ اور یوم الخمیس میں ایسی ہی اضافت ہے۔ عربی شعروں میں بھی یہ اضافت بکثرت آئی ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوْا جَاءَهُمْ
نَصْرًا مِّنْ نَّشَآءٍ وَلَا يَرُدُّ بَاسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۵۱

یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور یہ خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹ کہا گیا، فوراً ہی ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی۔ جسے ہم نے چاہا اسے نجات دی گئی، بات یہ ہے کہ ہمارا عذاب گنہگاروں سے واپس نہیں کیا جاتا ○

جب مخالفت عروج پر ہو: ☆ ☆ (آیت: ۱۱۰) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کی مدد اس کے رسولوں پر بروقت اترتی ہے۔ دنیا کے جھٹکے جب زوروں پر ہوتے ہیں، مخالفت جب تن جاتی ہے، اختلاف جب بڑھ جاتا ہے، دشمنی جب پوری ہو جاتی ہے، انبیاء اللہ کو جب چاروں طرف سے گھیر لیا جاتا ہے، معاً اللہ کی مدد آ پہنچتی ہے۔ کُذِّبُوا اور کُذِّبُوا دونوں قراتیں ہیں، حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ یہ لفظ کُذِّبُوا یا کُذِّبُوا ہے؟ حضرت عائشہؓ کی قرأت ذال کی تشدید سے ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ یہ لفظ کُذِّبُوا ہے یا کُذِّبُوا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کُذِّبُوا ہے۔ انہوں نے کہا پھر تو یہ معنی ہوئے کہ رسولوں نے گمان کیا کہ

وہ جھٹلائے گئے تو یہ گمان کی کون سی بات تھی۔ یہ تو یقینی بات تھی کہ وہ جھٹلائے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا بے شک یہ یقینی بات تھی کہ وہ کفار کی طرف سے جھٹلائے جاتے تھے لیکن وہ وقت بھی آئے کہ ایمان دار امتی بھی ایسے زلزلے میں ڈالے گئے اور اس طرح ان کی مدد میں تاخیر ہوئی کہ رسولوں کے دل میں آئی کہ غالباً اب تو ہماری جماعت بھی ہمیں جھٹلانے لگی ہوگی۔ اب مددرب آئی۔ اور انہیں غلبہ ہوا۔ تم اتنا تو خیال کرو کہ کُذِبُوا کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے؟ معاذ اللہ کیا انبیاء علیہم السلام اللہ کی نسبت یہ بدگمانی کر سکتے ہیں کہ انہیں رب کی طرف سے جھٹلایا گیا؟ ابن عباسؓ کی قرأت میں کُذِبُوا ہے۔ آپ اس کی دلیل میں آیت حتیٰ یقول الرسول ائحٰ پڑھ دیتے تھے یعنی یہاں تک کہ انبیاء اور ایماندار کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کہاں ہے۔ یاد رکھو مددرب بالکل قریب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا سختی سے انکار کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جتنے وعدے کئے، آپ کو کامل یقین تھا کہ وہ سب یقینی اور حتمی ہیں اور سب پورے ہو کر ہی رہیں گے۔ آخر دم تک کبھی نعوذ باللہ آپ کے دل میں یہ وہم ہی پیدا نہیں ہوا کہ کوئی وعدہ ربانی غلط ثابت ہوگا۔ یا ممکن ہے کہ غلط ہو جائے یا پورا نہ ہو۔ ہاں انبیاء علیہم السلام پر برابر بلائیں اور آزمائشیں آتی رہیں یہاں تک کہ ان کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہونے لگا کہ کہیں میرے ماننے والے بھی مجھ سے بدگمان ہو کر مجھے جھٹلانہ رہے ہوں۔

ایک شخص قاسم بن محمد کے پاس آ کر کہتا ہے کہ محمد بن کعب قرظی کُذِبُوا پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زوجہ صدیقہ عائشہؓ سے سنا ہے وہ کُذِبُوا پڑھتی تھیں یعنی ان کے ماننے والوں نے انہیں جھٹلایا۔ پس ایک قرأت تو تشدید کے ساتھ ہے۔ دوسری تخفیف کے ساتھ ہے، پھر اس کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے تو وہ مروی ہے جو اوپر گزر چکا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے یہ آیت اسی طرح پڑھ کر فرمایا، یہی وہ ہے جو تو برا جانتا ہے۔ یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے جسے ان دونوں بزرگوں سے اوروں نے روایت کیا ہے، اس میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب رسول ناامید ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی ماننے لگی اور قوم نے یہ سمجھ لیا کہ نبیوں نے ان سے جھوٹ کہا، اسی وقت اللہ کی مدد آ پہنچی اور جسے اللہ نے چاہا، نجات بخشی۔ اسی طرح کی تفسیر اوروں سے بھی مروی ہے۔ ایک نوجوان قریشی نے حضرت سعید بن جبر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت ہمیں بتائیے اس لفظ کو کیا پڑھیں؟ مجھ سے تو اس لفظ کی قرأت کی وجہ سے ممکن ہے کہ اس سورت کا پڑھنا ہی چھوٹ جائے۔ آپ نے فرمایا سنو اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء اس سے مایوس ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی بات ماننے لگی اور قوم والے سمجھ بیٹھے کہ نبیوں نے غلط کہا ہے، یہ سن کر حضرت ضحاک بن مزاحم بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس جیسا جواب کسی ذی علم کا میں نے نہیں سنا اگر میں یہاں سے یمن پہنچ کر بھی ایسے جواب کو سنتا تو میں اسے بھی بہت آسان جانتا۔

مسلم بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کا یہ جواب سن کر اٹھ کر آپ سے معاف کیا اور کہہ اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیوں کو بھی اسی طرح دور کر دے جس طرح آپ نے ہماری پریشانی دور فرمائی۔ بہت سے اور مفسرین نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے بلکہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت تو ذال کے زبر سے ہے یعنی کُذِبُوا ہاں بعض مفسرین و ظَنُّوا کا فاعل مومنوں کو بتاتے ہیں اور بعض کافروں کو یعنی کافروں نے یا یہ کہ بعض مومنوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں سے جو وعدہ مدد کا تھا اس میں وہ جھوٹے ثابت ہوئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں رسول ناامید ہو گئے یعنی اپنی قوم کے ایمان سے اور نصرت ربانی میں دیر دیکھ کر ان کی قوم گمان کرنے لگی کہ وہ جھوٹا وعدہ دیئے گئے تھے۔ پس یہ دونوں روایتیں تو ان دونوں بزرگ صحابیوں سے مروی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا صاف انکار کرتی ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی قول صدیقہؓ کی طرفداری کرتے اور دوسرے قول کی تردید کرتے ہیں اور اسے ناپسند کر کے رد کر دیتے ہیں واللہ اعلم۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا
يُفْتَرَى وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ
شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٩﴾

ان کے قصوں میں عقل والوں کے لئے یقیناً نصیحت اور عبرت ہے یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے کی ہیں اور کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے ہر چیز کی اور ہدایت و رحمت ہے ایمان دار لوگوں کے لئے ○

عبرت و نصیحت: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۹) نبیوں کے واقعات، مسلمانوں کی نجات، کافروں کی ہلاکت کے قصے، عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت والے ہیں۔ یہ قرآن بناوٹی نہیں بلکہ اگلی آسمانی کتابوں کی سچائی کی دلیل ہے۔ ان میں جو حقیقی باتیں اللہ کی ہیں، ان کی تصدیق کرتا ہے۔ اور جو تحریف و تبدیلی ہوئی ہے، اسے چھانٹ دیتا ہے، ان کی جو باتیں باقی رکھنے کی تھیں، انہیں باقی رکھتا ہے۔ اور جو احکام منسوخ ہو گئے، انہیں بیان کرتا ہے۔ ہر ایک حلال و حرام، محبوب و مکروہ کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ طاعات و اجابت، مستحبات، محرمات، مکروہات وغیرہ کو بیان فرماتا ہے۔ اجمالی اور تفصیلی خبریں دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل و علا کی صفات بیان فرماتا ہے اور بندوں نے جو غلطیاں اپنے خالق کے بارے میں کی ہیں، ان کی اصلاح کرتا ہے۔ مخلوق کو اس سے روکتا ہے کہ وہ اللہ کی کوئی صفت اس کی مخلوق میں ثابت کریں۔ پس یہ قرآن مومنوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے، ان کے دل ضلالت سے ہدایت اور جھوٹ سے سچ اور برائی سے بھلائی کی راہ پاتے ہیں اور رب العباد سے دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کر لیتے ہیں۔ ہماری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دنیا و آخرت میں ایسے ہی مومنوں کا ساتھ دے اور قیامت کے دن جب کہ بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے منہ کالے ہو جائیں گے، ہمیں مومنوں کے ساتھ نورانی چہروں میں شامل رکھے۔ آمین۔ الحمد للہ سورہ یوسف کی تفسیر ختم ہو گئی۔ اللہ کا شکر ہے وہی تعریفوں کے لائق ہے اور اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

تفسیر سورہ رعد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْمَرَّتْ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ وَالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ
وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٣٠﴾ اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمُوتِ
بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَحَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بَلِقَاءَ
رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ﴿١٣١﴾

اللہ رحمان و رحیم کے نام سے ○

یہ قرآن کی آیتیں اور جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا جاتا ہے، سب حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ○ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پھر وہ عرش پر قرار پڑے ہوئے ہے اسی نے سورج چاند کو دائمی میں لگا رکھا ہے ہر ایک میعاد معین پر گشت کر رہا

ہے وہ کام کی تدبیر کرتا ہے۔ وہی اپنے نشانات کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو

(آیت ۱: سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات آتے ہیں ان کی پوری تشریح سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں لکھ آئے ہیں۔ اور یہ بھی ہم کہہ آئے ہیں کہ جس سورت کے اول میں یہ حروف آئے ہیں وہاں عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان حروف کے بعد فرمایا یہ کتاب کی یعنی قرآن کی آیتیں ہیں۔ بعض نے کہا ہر ادا کتاب سے تو راقہ انجیل ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ پھر اسی پر عطف ڈال کر اور صفیں اس پاک کتاب کی بیان فرمائیں کہ یہ سراسر حق ہے اور اللہ کی طرف سے تجھ پر اتارا گیا ہے۔ الْحَقُّ خَبْرٌ ہے۔ اس کا متبدا پہلے بیان ہوا ہے۔ یعنی الَّذِي اُنْزِلَ الْيَكْ لیکن ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ ہداؤ زائدہ ہے یا عاطفہ ہے اور صفت کا صفت پر عطف ہے جیسے ہم نے پہلے کہا ہے۔ پھر اس کی شہادت میں شاعر کا قول لائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ باوجود حق ہونے کے پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہیں جیسے پہلے گزرا ہے کہ گو تو حرص کرے لیکن اکثر لوگ ایمان قبول کرنے والے نہیں۔ یعنی اس کی حقانیت واضح ہے لیکن ان کی ضد ہٹ دھرمی اور سرکشی انہیں ایمان کی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔

(آیت ۲: کمال قدرت اور عظمت سلطنت ربانی دیکھو کہ بغیر ستونوں کے آسمانوں کو اس نے بلند و بالا اور قائم کر رکھا ہے۔ زمین سے آسمان کو اللہ نے کیسا اونچا کیا اور صرف اپنے حکم سے اسے ٹھہرایا۔ جس کی انتہا کوئی نہیں پاتا۔ آسمان دنیا ساری زمین کو اور جو اس کے ارد گرد ہے پانی ہوا وغیرہ سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر طرف سے برابر اونچا ہے۔ زمین سے پانچ سو سال کی راہ پر ہے ہر جگہ سے اتنا ہی اونچا ہے۔ پھر اس کی اپنی موناٹی اور دل بھی پانچ سو سال کے فاصلے کا ہے پھر دوسرا آسمان اس آسمان کو بھی گھیرے ہوئے ہے اور پہلے سے دوسرے تک کا فاصلہ وہی پانچ سو سال کا ہے۔ اسی طرح تیسرا پھر چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں جیسے فرمان الہی ہے اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور اسی کے مثل زمین۔ حدیث شریف میں ہے ساتوں آسمان اور ان میں درمیان میں جو کچھ ہے وہ کرسی کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے کہ چٹیل میدان میں کوئی حلقہ ہو اور کرسی عرش کے مقابلے پر بھی ایسی ہی ہے۔ عرش کی قدر اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

بعض سلف کا بیان ہے کہ عرش سے زمین تک کا فاصلہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ عرش سرخ یا قوت کا ہے۔ بعض مفسر کہتے ہیں آسمان کے ستون تو ہیں لیکن دیکھے نہیں جاتے۔ لیکن ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں آسمان زمین پر مثل قصبے کے ہے یعنی بغیر ستون کے ہے۔ قرآن کے طرز عبارت کے لائق بھی یہ بات ہے اور آیت وَيُمْسِكُ السَّمَاءُ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ سے بھی یہی ظاہر ہے۔ پس تَرَوْنَهَا اس نفی کی تاکید ہوگی یعنی آسمان بلا ستون اس قدر بلند ہے اور تم آپ دیکھ رہے ہو یہ ہے کمال قدرت۔ امیہ بن ابو الصلت کے اشعار میں ہے جس کے اشعار کی بابت حدیث میں ہے کہ اس کے اشعار ایمان لائے ہیں اور اس کا دل کفر کرتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ اشعار حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں جن میں ہے۔

وَأَنْتَ الَّذِي مِنْ فَضْلٍ مَنْ وَرَحْمَةٍ
فَقُلْتُ لَهُ فَادْهَبْ وَهَارُونَ فَادْعُوا
وَقُولَا لَهُ هَلْ أَنْتَ سَوِيَّتْ هَذِهِ
وَقُولَا لَهُ أَنْتَ رَفَعْتَ هَذِهِ
بَعَثْتُ إِلَى مُوسَى رَسُولًا مِّنَادِيًا
إِلَى اللَّهِ فَرَعَوْنَ الَّذِي كَانَ طَاغِيًا
بَلَا وَتَدَّ حَتَّى اسْتَقَلَّتْ كَمَا هِيََا
بَلَا عَمِدًا أَوْ فَوْقَ ذَلِكَ بَانِيَا

وَقُولَا لَهُ هَلْ أَنْتَ سَوِيَّتْ وَسَطُهَا
وَقُولَا لَنَا مَنْ أَنْبَتَ الْحَبَّ فِي الثَّرَى
وَقُولَا مَنْ يُرْسِلُ الشَّمْسَ غُدُوَّةً
وَيَخْرُجُ مِنْهُ حَبَّةٌ فِي رُؤْسِهِ

مُنِيرًا إِذَا مَا جَنَّكَ اللَّيْلُ هَادِيًا
فَيَصْبَحُ مِنْهُ الْعُشْبُ يَهْتَرُ رَابِيًا
فَيَصْبَحُ مَا مَسَّتْ مِنَ الْأَرْضِ ضَاحِيًا
فَفِي ذَاكَ آيَاتٌ لِمَنْ كَانَ وَاعِيًا

یعنی تو وہ اللہ ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو مع ہارون علیہ السلام کے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان سے فرما دیا کہ اس سرکش کو قائل کرنے کے لئے اس سے کہیں کہ اس بلند و بالا بے ستون آسمان کو کیا تو نے بنایا ہے؟ اور اس میں سورج چاند ستارے تو نے پیدا کئے ہیں؟ اور مٹی سے دانوں کو اگانے والا پھر ان درختوں میں بالیں پیدا کر کے ان میں دانے پکانے والا کیا تو ہے؟ کیا قدرت کی یہ زبردست نشانیاں ایک گہرے انسان کے لئے اللہ کی ہستی کی دلیل نہیں ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا۔ اس کی تفسیر سورہ اعراف میں گزر چکی ہے۔ اور یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ یہ جس طرح ہے اسی طرح چھوڑ دی جائے۔ کیفیت، تشبیہ، تعطیل، تمثیل سے اللہ کی ذات پاک ہے اور برتر و بلند و بالا ہے۔ سورج چاند اس کے حکم کے مطابق گردش میں ہیں اور وقت موزوں یعنی قیامت تک برابر اسی طرح لگے رہیں گے۔ جیسے فرمان ہے کہ سورج اپنی جگہ برابر چل رہا ہے۔ اس کی جگہ سے مراد عرش کے نیچے ہے جو زمین کے تلے سے دوسری طرف سے ملحق ہے۔ یہ اور تمام ستارے یہاں تک پہنچ کر عرش سے اور دور ہو جاتے ہیں کیونکہ صحیح بات جس پر بہت سی دلیلیں ہیں۔ یہی ہے کہ وہ قبہ ہے متصل عالم باقی آسمانوں کی طرح وہ محیط نہیں اس لئے کہ اس کے پائے ہیں اور اس کے اٹھانے والے ہیں اور یہ بات آسمان مستدیر گھومے ہوئے آسمان میں تصور میں نہیں آ سکتی۔ جو بھی غور کرے گا، اسے سچ مانے گا۔ آیات و احادیث کا جانچنے والا اسی نتیجے پر پہنچے گا۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ۔

صرف سورج چاند کا ہی ذکر یہاں اس لئے ہے کہ ساتوں سیاروں میں بڑے اور روشن یہی دو ہیں۔ پس جب کہ یہ دونوں مسخر ہیں تو اور تو بطور اولیٰ مسخر ہوئے۔ جیسے کہ سورج چاند کو بجدہ نہ کروئے مراد اور ستاروں کو بھی بجدہ نہ کرنا ہے۔ پھر اور آیت میں تصریح بھی موجود ہے فرمان ہے وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۚ یعنی سورج کو اپنی وحدانیت کی دلیلوں کو بالتفصیل بیان فرما رہا ہے کہ تم اس کی توحید کے قائل ہو جاؤ اور اسے مان لو کو وہ تمہیں فنا کر کے پھر زندہ کر دے گا۔

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا رَوَاجِينَ اثْنَيْنِ يُغْشَى اللَّيْلُ النَّهَارُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مِّمَّتَجَوْرَاتٍ وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزُرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفِصِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأَكْلِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

اسی نے زمین کو پھیلا کر بچھا دیا ہے اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کر دی ہیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے دوہرے دوہرے پیدا کر دیئے ہیں رات کو دن

سے چھپا دیتا ہے یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور زمین میں مختلف نکلے ایک دوسرے سے لگتے لگاتے ہیں اور باغات ہیں۔ انگوڑوں کے اور کھیت ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں شاخ دار اور بعض ایسے ہیں جو دو شاخے نہیں۔ سب ایک ہی پانی پلائے جاتے ہیں۔ پھر بھی ہم ایک کو ایک پر پھلوں میں برتری دیتے ہیں اس میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں ○

عالم سفلی کے انواع و اقسام: ☆ ☆ (آیت: ۲-۴) اوپر کی آیت میں عالم علوی کا بیان تھا یہاں عالم سفلی کا ذکر ہو رہا ہے زمین کو طول و عرض میں پھیلا کر اللہ ہی نے چھایا ہے۔ اس میں مضبوط پہاڑ بھی اسی کے گاڑے ہوئے ہیں اس میں دریاؤں اور چشموں کو بھی اسی نے جاری کیا ہے تاکہ مختلف شکل و صورت، مختلف رنگ، مختلف ذائقوں کے پھل پھول کے درخت اس سے سیراب ہوں۔ جوڑا جوڑا میوے اس نے پیدا کئے کھٹے میٹھے وغیرہ۔ رات دن ایک دوسرے کے پے در پے برابر آتے جاتے رہتے ہیں ایک کا آنا دوسرے کا جانا ہے۔ پس مکان اور زمان سب میں تصرف اسی قادر مطلق کا ہے۔ اللہ کی ان نشانیاں، حکمتوں اور دلائل کو جو غور سے دیکھے وہ ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔ زمین کے نکلے ملے جلے ہوئے ہیں پھر قدرت کو دیکھئے کہ ایک نکلے سے تو پیداوار ہو اور دوسرے سے کچھ نہ ہو۔ ایک کی مٹی سرخ، دوسرے کی مٹی سفید، زرد وہ سیاہ یہ پتھریلی، وہ نرم یہ میٹھی، وہ شور ایک ریتیلی، ایک صاف، غرض یہ بھی خالق کی قدرت کی نشانی ہے اور بتاتی ہے کہ فاعل، خود مختار، مالک الملک، لا شریک ایک وہی اللہ خالق کل ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پالنے والا۔ زُرْعَ وَ نَحِیْلٌ کو اگر جَنَاتِ پر عطف ڈالیں تو پیش سے مرفوع پڑھنا چاہئے اور اَعْنَابِ پر عطف ڈالیں تو زیر سے مضاف الیہ مان کر مجرور پڑھنا چاہئے۔ ائمہ کی جماعت کی دونوں قراتیں ہیں۔ صِنَوَانٌ کہتے ہیں ایک درخت جو کئی تنوں اور شاخوں والا ہو جیسے انار اور انجیر اور بعض کھجوریاں۔ غَیْرُ صِنَوَانِ جو اس طرح نہ ہو۔ ایک ہی تنا ہو جیسے اور درخت ہوتے ہیں۔ اسی سے انسان کے چچا کو صِنَوَانُ الْاَبِ کہتے ہیں۔ حدیث میں بھی یہ آیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انسان کا چچا مثل باپ کے ہوتا ہے۔ ہر ارضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک جڑ یعنی ایک تنے میں کئی ایک شاخ اور درخت کھجور ہوتے ہیں اور ایک تنے پر ایک ہی ہوتا ہے۔ یہی صِنَوَانِ اور غیر صِنَوَانِ ہے۔ یہی قول اور بزرگوں کا بھی ہے۔ سب کے لئے پانی ایک ہی ہے یعنی بارش کا لیکن ہر مزے اور پھل میں کمی بیشی میں بے انتہا فرق ہے۔ کوئی میٹھا ہے، کوئی کھٹا ہے، حدیث میں بھی یہ تفسیر ہے ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ الغرض قسموں اور جنسوں کا اختلاف، شکل صورت کا اختلاف، رنگ کا اختلاف، بو کا اختلاف، مزے کا اختلاف، پتوں کا اختلاف، تروتازگی کا اختلاف، ایک بہت ہی میٹھا، ایک سخت کڑوا، ایک نہایت خوش ذائقہ، ایک بے حد بد مزہ، رنگ کسی کا زرد کسی کا سرخ، کسی کا سفید کسی کا سیاہ۔ اسی طرح تازگی اور پھل میں بھی اختلاف حالانکہ غذا کے اعتبار سے سب یکساں ہیں۔ یہ قدرت کی نیرنگیاں ایک ہوشیار شخص کے لئے عبرت ہیں۔ اور فاعل مختار اللہ کی قدرت کا بڑا زبردست پتہ دیتی ہیں کہ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے۔ عقل مندوں کے لئے یہ آیتیں اور یہ نشانیاں کافی دانی ہیں۔

وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ؕ اِذَا كُنَّا تُرَابًا ؕ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ
جَدِيْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهْمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ
وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اگر تجھے تعجب ہو تو واقعی ان کا یہ کہنا عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے کیا ہم نئی پیدائش میں ہوں گے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا، یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی ہیں جو جہنم کے رہنے والے ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

عقل کے اندھے ضدی لوگ: ☆☆ (آیت: ۵) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ ان کے جھٹلانے کا کوئی تعجب نہ کریں۔ یہ ہیں ہی ایسے۔ اس قدر نشانیاں دیکھتے ہوئے اللہ کی قدرت کا ہمیشہ مطالعہ کرتے ہوئے اسے مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اللہ ہی ہے پھر بھی قیامت کے منکر ہوتے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر روزمرہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر دیتا ہے۔ ہر عاقل جان سکتا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور دوبارہ پیدا کرنا بہ نسبت اول بار پیدا کرنے کے بہت آسان ہے۔ جیسے فرمان ربانی ہے **أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْ يَخْلُقْهُنَّ بِقَدْرِ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ**۔ یعنی جس نے آسمان و زمین بغیر تھکے پیدا کر دیا کیا وہ مردوں کو جلانے پر قادر نہیں؟ بے شک ہے بلکہ ہر چیز اس کی قدرت میں ہے۔ پس یہاں فرماتا ہے کہ دراصل یہ کفار ہیں ان کی گردنوں میں قیامت کے دن طوق ہوں گے اور جہنمی ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلَتُ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

یہ تجھ سے سزا کی طلبی میں جلدی کر رہے ہیں راحت سے پہلے ہی۔ یقیناً ان سے پہلے مزائیں بطور مثال گزر چکی ہیں بے شک تیرا رب البتہ بخشش والا ہے۔ لوگوں کی بے جا حرکتوں پر بھی اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ تیرا رب بڑی سزا دینے والا بھی ہے ○

منکرین قیامت: ☆☆ (آیت: ۶) یہ منکرین قیامت کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب جلد ہی کیوں نہیں لاتے؟ کہتے تھے کہ اے اپنے آپ پر اللہ کی وحی نازل ہونے کا دعویٰ کرنے والے ہمارے نزدیک تو تو پاگل ہے۔ اگر بالفرض سچا ہے تو عذاب کے فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ اس کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ فرشتے حق کے اور فیصلے کے ساتھ ہی آیا کرتے ہیں۔ جب وہ وقت آئے گا اس وقت ایمان لانے یا توبہ کرنے یا نیک عمل کرنے کی فرصت و مہلت نہیں ملے گی۔ اسی طرح اور آیت میں ہے **وَيَسْتَعْجِلُونَكَ دُورًا** تک اور جگہ بے سائل سائل الخ۔ اور آیت میں ہے کہ بے ایمان اس کی جلدی بچا رہے ہیں اور ایماندار اس سے خوف کھا رہے ہیں اور اسے برحق جان رہے ہیں۔ اسی طرح اور آیت میں فرمان ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی اور المناک عذاب نازل فرما۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے کفر و انکار کی وجہ سے اللہ کے عذاب کا آنا محال جان کر اس قدر نڈر اور بے خوف ہو گئے تھے کہ عذاب کے اترنے کی آرزو اور طلب کیا کرتے تھے۔ یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے کے ایسے لوگوں کی مثالیں ان کے سامنے ہیں کہ کس طرح وہ عذاب کی پکڑ میں آ گئے۔ کہہ دو کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم و کرم ہے کہ گناہ دیکھتا ہے اور فوراً انہیں پکڑتا اور روئے زمین پر کسی کو چلتا پھرتا نہ چھوڑے۔ دن رات خطائیں دیکھتا ہے اور درگزر فرماتا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ عذاب پر قدرت نہیں رکھتا۔ اس کے عذاب بھی بڑے خطرناک نہایت سخت درد دھک دینے والے ہیں۔ چنانچہ فرمان ہے **فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسْبَغَةِ الْخُ** اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ تمہارا رب وسیع رحمتوں والا ہے لیکن اس کے آئے ہوئے عذاب گنہگاروں پر سے نہیں ہٹائے جاسکتے۔

اور فرمان ہے کہ تیرا پروردگار جلد عذاب کرنے والا بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔ اور آیت میں ہے **نَبِّئِ عِبَادِيَ الْخُ** میرے بندوں کو خبر کر دے کہ میں غفور و رحیم ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک ہیں۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سے آیتیں

ہیں جن میں امید و بیم خوف و لالچ کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے۔ اس آیت کے اترنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کا معاف فرمانا نہ ہوتا تو کسی کی زندگی کا لطف باقی نہ رہتا اور اگر اس کا دھمکانا ڈرانا اور سزا کرنا نہ ہوتا تو ہر شخص بے پرواہی سے ظلم و زیادتی میں مشغول ہو جاتا۔ ابن عساکر میں ہے کہ حسن بن عثمان ابو حسان راوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں اللہ عزوجل کا دیدار کیا۔ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے سامنے کھڑے اپنے ایک امتی کی شفاعت کر رہے ہیں جس پر فرمان باری ہوا کہ کیا تجھے اتنا کافی نہیں کہ میں نے سورہ رعد میں تجھ پر آیت وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ نازل فرمائی ہے۔ ابو حسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿٨﴾ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيصُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ﴿٩﴾ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ﴿١٠﴾

کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں اتارا گیا بات یہ ہے کہ تو تو صرف آگاہ کرنے والا ہے اور ہر قوم کے لئے ہادی ہے ○ مادہ اپنے ظلم میں جو کچھ رکھتی ہے اسے اللہ بخوبی جانتا ہے اور پیٹ کا گھٹنا بڑھنا بھی ○ ہر چیز اس کے پاس انداز سے ہے۔ چھپے کھلے کا وہ عالم ہے۔ سب سے بڑا اور سب سے بلند والا ○

اعتراض برائے اعتراض ☆ ☆ (آیت ۷) کافر لوگ از روئے اعتراض کہا کرتے تھے کہ جس طرح اگلے پیغمبر معجزے لے کر آئے یہ پیغمبر کیوں نہیں لائے؟ مثلاً صفا پہاڑ سونے کا بنادیتے یا مثلاً عرب کے پہاڑ یہاں سے ہٹ جاتے اور یہاں سبزہ اور نہریں ہو جاتیں۔ پس ان کے جواب میں اور جگہ ہے کہ ہم یہ معجزے بھی دکھا دیتے مگر اگلوں کی طرح ان کے جھٹلانے پر پھر اگلوں جیسے ہی عذاب ان پر آ جاتے۔ تو ان کی باتوں سے مغموں و متفکر نہ ہو جایا کر تیرے ذمے تو صرف تبلیغ ہی ہے۔ تو ہادی ہے ان کے نہ ماننے سے تیری پکڑ نہ ہوگی۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے یہ تیرے بس کی بات نہیں۔ ہر قوم کے لئے رہبر اور داعی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہادی میں ہوں۔ تو تو ڈرانے والا ہے۔ اور آیت میں وَإِنَّ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ہر امت میں ڈرانے والا گزرا ہے اور مراد یہاں ہادی سے پیغمبر ہے۔ پس پیشوا رہبر ہر گروہ میں ہوتا ہے جس کے علم و عمل سے دوسرے راہ پائیں اس امت کے پیشوا آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ایک نہایت ہی منکر و اہی روایت میں ہے کہ اس آیت کے اترنے کے وقت آپ نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا منذر تو میں ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اے علیؓ تو ہادی ہے میرے بعد ہدایات پانے والے تجھے سے ہدایت پائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اس جگہ ہادی سے مراد قریش کا ایک شخص ہے۔ جنید کہتے ہیں وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہادی ہونے کی روایت کی ہے لیکن اس میں سخت نکارت ہے۔

علم الہی ☆ ☆ (آیت ۸-۹) اللہ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ تمام جاندار مادہ حیوان ہوں یا انسان ان کے پیٹ کے بچوں کا ان کے حمل کا اللہ کو علم ہے کہ پیٹ میں کیا ہے؟ اسے اللہ بخوبی جانتا ہے یعنی مرد بے یا عورت؟ اچھا ہے یا برا؟ نیک ہے یا بد؟ عمر والا ہے یا بے عمر

کا؟ چنانچہ ارشاد ہے **هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ** الخ وہ بخوبی جانتا ہے جب کہ تمہیں زمین سے پیدا کرتا ہے اور جب کہ تم ماں کے پیٹ میں چھپے ہوئے ہوتے ہو۔ الخ اور فرمان ہے **يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ** الخ وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے۔ ایک کے بعد دوسری پیدائش میں تین تین اندھیریوں میں۔ ارشاد ہے **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ اَخْرَجْنَا مِنْهُ** الخ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے نطفے کو خون بستہ کیا، خون بستہ کو توہڑا گوشت کا کیا۔ توہڑے کو ہڈی کی شکل میں کر دیا۔ پھر ہڈی کو گوشت چڑھایا۔ پھر آخری اور پیدائش میں کیا۔ پس بہترین خالق بابرکت ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں تک وہ بصورت خون بستہ رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں تک وہ گوشت کا توہڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ خالق کل ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جسے چار باتوں کے لکھ لینے کا حکم ہوتا ہے، اس کا رزق، عمر، عمل اور نیک بد ہونا لکھ لیتا ہے۔ اور حدیث میں ہے وہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ مرد ہو گا یا عورت؟ شقی ہو گا یا سعید؟ روزی کیا ہے؟ عمر کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے اور وہ لکھ لیتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں بجز اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کے اور کوئی نہیں جانتا، کل کی بات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، کون شخص کہاں مرے گا۔ اسے بھی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب قائم ہوگی۔ اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے۔

پیٹ میں کیا گھٹتا ہے اس سے مراد حمل کا ساقط ہو جانا ہے اور رحم میں کیا بڑھ رہا ہے کیسے پورا ہو رہا ہے یہ بھی اللہ کو بخوبی علم رہتا ہے۔ دیکھ لو کوئی عورت دس مہینے لیتی ہے کوئی نو۔ کسی کا حمل گھٹتا ہے کسی کا بڑھتا ہے۔ نو ماہ سے گھٹنا، نو سے بڑھ جانا، اللہ کے علم میں ہے۔ حضرت ضحاک کا بیان ہے کہ میں دو سال ماں کے پیٹ میں رہا جب پیدا ہوا تو میرے اگلے دو دانت نکل آئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ حمل کی انتہائی مدت دو سال کی ہوتی ہے۔ کسی سے مراد بعض کے نزدیک ایام حمل میں خون کا آنا اور زیادتی سے مراد نو ماہ سے زیادہ حمل کا ٹھہرا رہنا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نو سے پہلے جب عورت خون کو دیکھے تو نو سے زیادہ ہو جاتا ہے، پس مثل ایام حیض کے۔ خون کے گرنے سے بچا چھوٹا ہو جاتا ہے اور نہ گرنے تو بچہ پورا پاٹھا اور بڑا ہوتا ہے۔ حضرت کمول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں بالکل بے غم، بے کھلے اور با آرام ہوتا ہے۔ اس کی ماں کے حیض کا خون اس کی غذا ہوتا ہے جو بے طلب با آرام اسے پہنچتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں کو ان دنوں حیض نہیں آتا۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے زمین پر آتے ہی روتا چلاتا ہے اس انجان جگہ سے اسے وحشت ہوتی ہے جب اس کی نال کٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی ماں کے سینے میں پہنچا دیتا ہے اور اب بھی بے طلب بے جستجو بے رنج و غم بے فکری کے ساتھ اسے روزی ملتی رہتی ہے۔ پھر ذرا بڑا ہوتا ہے اپنے ہاتھوں کھانے پینے لگتا ہے، لیکن بالغ ہوتے ہی روزی کے لئے ہائے کرنے لگتا ہے۔ موت اور قتل تک سے روزی حاصل ہونے کا امکان ہو تو پس و پیش نہیں کرتا۔ افسوس اے ابن آدم تجھ پر حیرت ہے جس نے تجھے تیری ماں کے پیٹ میں روزی دی، جس نے تجھے تیری ماں کی گود میں روزی دی، جس نے تجھے بچے سے بالغ بنانے تک روزی دی اب تو بالغ اور عقل مند ہو کر یہ کہنے لگا کہ ہائے کہاں سے کھاؤں گا؟ موت ہو یا قتل ہو؟ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ہر چیز اس کے پاس اندازے کے ساتھ موجود ہے۔ رزق اجل سب مقرر شدہ ہے۔

حضور ﷺ کی ایک صاحبزادی صاحبہ نے آپ کے پاس آ دی بھیجا کہ میرا بچہ آخری حالت میں ہے آپ کا تشریف لانا میرے لئے خوشی کا باعث ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان سے کہہ دو کہ جو اللہ لے لے وہ اسی کا ہے جو دے رکھے وہ بھی اسی کا ہے۔ ہر چیز کا صحیح اندازہ اس کے پاس ہے۔ ان سے کہہ دو کہ صبر کریں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو بھی جانتا ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہے اور اسے بھی جو بندوں پر ظاہر ہے اس سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ وہ سب سے بڑا۔ وہ ہر ایک سے بلند ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ ساری مخلوق

اس کے سامنے عاجز ہے تمام سرا اس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ تمام بندے اس کے سامنے عاجز لاچار اور محض بے بس ہیں۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسْرَأَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ لَهُ مُعَقِّبَتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُم مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱

تم میں سے کسی کا اپنی بات کو چھپا کر کہنا اور یا آواز بلند اسے کہنا اور جورات کو چھپا ہوا ہوا اور جودن میں چل رہا ہو سب اللہ پر برابر اور یکساں ہیں ○ اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو حکم اللہ اس کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کا سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور بجز اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں ہوتا ○

سب پہ محیط علم: ☆ ☆ (آیت ۱۰-۱۱) اللہ کا علم تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس کے عمل سے باہر نہیں۔ پست اور بلند ہر آواز وہ سنتا ہے چھپا کھلا سب جانتا ہے۔ تم چھپاؤ یا کھلو! اس سے مخفی نہیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ اللہ پاک ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیرا ہوا ہے۔ قسم اللہ کی اپنے خاوند کی شکایت لے کر آنے والی عورت نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح کا نا پھوسی کی کہ میں پاس ہی گھر میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن میں بھی پوری طرح ندن کی لیکن اللہ تعالیٰ نے آیتیں قَدْ سَمِعَ اللَّهُ اِنْ تَارِی یعنی اس عورت کی یہ تمام سرگوشی اللہ تعالیٰ سن رہا تھا۔ وہ صبح و عصر ہے جو اپنے گھر کے تہ خانے میں راتوں کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہو۔ وہ اور جودن کے وقت کھلم کھلا آباد راستوں میں چلا جا رہا ہو وہ علم الہی میں برابر ہیں۔ جیسے آیت اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ اِنْ تَارِی میں فرمایا ہے۔

اور آیت وَمَا تَكْوُنُ فِیْ شَأْنٍ میں ارشاد ہوا ہے کہ تمہارے کسی کام کے وقت ہم ادھر ادھر نہیں ہوتے کوئی ذرہ ہماری معلومات سے خارج نہیں۔ اللہ کے فرشتے بطور نگہبان اور چوکیدار کے بندوں کے ارد گرد مقرر ہیں جو انہیں آفتوں سے اور تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں جیسے کہ اعمال پر نگہبان فرشتوں کی اور جماعت ہے جو باری باری پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں رات کے الگ دن کے الگ۔ اور جیسے کہ دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے بائیں جانب والا بدایاں لکھتا ہے۔ اسی طرح دو فرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت و حراست کرتے رہتے ہیں۔ پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے دو کاتب اعمال دائیں بائیں دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے پھر رات کے الگ دن کے الگ۔ چنانچہ حدیث میں ہے تم میں فرشتے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں رات کے اور دن کے ان کا میل صبح اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے رات گزارنے والے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ باوجود علم کے اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو انہیں نماز میں پایا اور آئے تو نماز میں چھوڑ آئے۔ اور حدیث میں ہے تمہارے ساتھ وہ ہیں جو سو پا خانے اور جماع کے وقت کے تم سے علیحدہ نہیں ہوتے۔ پس تمہیں ان کا لحاظ ان کی شرم ان کا اکرام اور ان کی عزت کرنی چاہئے۔

پس جب اللہ کوئی نقصان بندے کو پہنچانا منظور ہوتا ہے۔ بقول ابن عباس محافظ فرشتے اس کام کو ہو جانے دیتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں

ہر بندے کے ساتھ اللہ کی طرف سے موکل ہے جو اسے سوتے جاگتے جنات سے انسان سے زہریلے جانوروں اور تمام آفتوں سے بچاتا رہتا ہے۔ ہر چیز کو روک دیتا ہے مگر وہ جسے اللہ پہنچانا چاہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ دنیا کے بادشاہوں امیروں وغیرہ کا ذکر ہے جو پہرے چوکی میں رہتے ہیں۔ سخاک فرماتے ہیں کہ سلطان اللہ کی نگہبانی میں ہوتا ہے امر اللہ سے یعنی مشرکین اور ظاہرین سے۔ واللہ اعلم۔ ممکن ہے غرض اس قول سے یہ ہو کہ جیسے بادشاہوں امیروں کی چوکیداری سپاہی کرتے ہیں اسی طرح بندے کے چوکیدار اللہ کی طرف سے مقرر شدہ فرشتے ہوتے ہیں۔

ایک غریب روایت میں تفسیر ابن جریر میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا کہ فرمائیے بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک تو دائیں جانب نیکیوں کا لکھنے والا جو بائیں جانب والے پر امیر ہے جب تو کوئی نیکی کرتا ہے وہ ایک کی بجائے دس لکھ لی جاتی ہیں۔ جب تو کوئی برائی کرے تو بائیں والا دائیں والے سے اس کے لکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے ذرا ٹھہر جاؤ۔ شاید یہ توبہ واستغفار کر لے۔ تین مرتبہ وہ اجازت مانگتا ہے۔ تب تک بھی اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ نیکی کا فرشتہ اس سے کہتا ہے اب لکھ لے اللہ ہمیں اس سے بچائے یہ تو بڑا برا ساقھی ہے۔ اسے اللہ کا لحاظ نہیں یہ اس سے نہیں شرماتا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انسان جو بات زبان پر لاتا ہے اس پر نگہبان متعین اور مہیا ہیں۔ اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں۔ فرمان الہی ہے لَہُ مُعَقِّبَاتٌ اِخْلَا اور ایک فرشتہ تیرے ماتھے کے بال تھامے ہوئے ہے جب تو اللہ کے لئے تواضع اور فروتنی کرتا ہے۔ وہ تجھے پست اور عاجز کر دیتا ہے اور دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر ہیں جو درود تو مجھ پر پڑھتا ہے اس کی وہ حفاظت کرتے ہیں۔ ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ کوئی سانپ وغیرہ جیسی چیز تیرے حلق میں نہ چلی جائے اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر ہیں پس یہ دس فرشتے ہر نبی آدم کے ساتھ ہیں۔ پھر دن کے الگ ہیں اور رات کے الگ ہیں۔ یوں ہر شخص کے ساتھ بیس فرشتے منجانب اللہ موکل ہیں۔ ادھر بہکانے کے لئے دن بھر تو ابلیس کی ڈیوٹی رہتی ہے اور رات کو اس کی اولاد کی۔ مسند احمد میں ہے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جن ساتھی ہے اور فرشتہ ساتھی ہے لوگوں نے کہا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہتا (مسلم) یہ فرشتے بحکم رب اس کی نگہبانی رکھتے ہیں۔ بعض قرأتوں میں مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ کے بدلے بِاَمْرِ اللّٰہِ ہے۔ کعب کہتے ہیں اگر ابن آدم کے لئے ہرزم دخت کھل جائے تو البتہ ہر چیز اسے خود نظر آنے لگے۔ اور اگر اللہ کی طرف سے یہ محافظ فرشتے مقرر نہ ہوں جو کھانے پینے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں تو واللہ تم تو اچک لئے جاؤ۔ ابوامامہ فرماتے ہیں ہر آدمی کے ساتھ محافظ فرشتہ ہے جو نقدیری امور کے سوا اور تمام بلاؤں کو اس سے دفعہ کرتا رہتا ہے۔ ایک شخص قبیلہ مراد کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ انہیں نماز میں مشغول دیکھا تو کہا کہ قبیلہ مراد کے آدمی آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں۔ آپ پہرہ چوکی مقرر کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ مقرر ہیں بغیر تقدیر کے لکھے کے کسی برائی کو انسان تک پہنچنے نہیں دیتے، سنو! جل ایک مضبوط قلعہ ہے اور عمدہ ڈھال ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جیسے حدیث شریف میں ہے لوگوں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں کیا اس سے اللہ کی مقرر کی ہوئی تقدیر ٹل جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ خود اللہ کی مقرر کردہ ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک کی طرف وحی الہی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ جس بستی والے اور جس گھر والے اللہ کی اطاعت گزاری کرتے کرتے اللہ کی معصیت کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی راحت کی چیزوں کو ان سے دور کر کے انہیں وہ چیزیں پہنچاتا ہے جو انہیں تکلیف دینے والی ہوں۔ اس کی تصدیق قرآن کی آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ اِلَّیْہِ سَبْعٌ ہوتی ہے۔ امام

ابن ابی شیبہ کی کتاب صفۃ العرش میں یہ روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔ عیمر بن عبد الملک کہتے ہیں کہ کوفے کے منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ سنایا جس میں فرمایا کہ اگر میں چپ رہتا تو حضور ﷺ بات شروع کرتے اور جب میں پوچھتا تو آپ مجھے جواب دیتے۔ ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی اپنی بلندی کی جو عرش پر ہے کہ جس ہستی کے جس گھر کے لوگ میری نافرمانیوں میں مبتلا ہوں پھر انہیں چھوڑ کر میری فرمانبرداری میں لگ جائیں تو میں بھی اپنے عذاب اور دکھ ان سے ہٹا کر اپنی رحمت اور سکھ انہیں عطا فرماتا ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں ایک راوی غیر معروف ہے۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ
الثِّقَالَ ۖ وَيَسْخِرُ الرِّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ
وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي
اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝۱۳

وہی اللہ ہے جو تمہیں بجلی کی چمک ڈرانے اور امید دلانے کے لئے دکھاتا ہے اور بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے ○ گرج اس کی تسبیح و تعریف کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے وہی آسمان سے بجلیاں گراتا ہے اور جس پر چاہتا ہے اس پر ڈال دیتا ہے کفار اللہ کی بابت لڑ بھگڑ رہے ہیں اللہ سخت قوت والا ہے ○

بجلی کی گرج: ☆ ☆ (آیت: ۱۲-۱۳) بجلی بھی اس کے حکم میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ برق پانی ہے۔ مسافر اسے دیکھ کر اپنی ایذا اور مشقت کے خوف سے گھبراتا ہے اور مقیم برکت و نفع کی امید پر رزق کی زیادتی کا لالچ کرتا ہے وہی بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے جو بوجھ پانی کے بوجھ کے زمین کے قریب آ جاتے ہیں۔ پس ان میں بوجھ پانی کا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کڑک بھی اس کی تسبیح و تعریف کرتی ہے۔ ایک اور جگہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح و حمد کرتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتا ہے جو اچھی طرح بولتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ ممکن ہے بولنے سے مراد گرجنا اور ہنسنے سے مراد بجلی کا ظاہر ہونا ہو۔ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے۔ اس سے اچھی بولی اور اس سے اچھی ہنسی والا کوئی اور نہیں۔ اس کی ہنسی بجلی ہے اور اس کی گفتگو گرج ہے۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ برق ایک فرشتہ ہے جس کے چار منہ ہیں۔ ایک انسان جیسا، ایک تیل جیسا ایک گدھ جیسا، ایک شیر جیسا، وہ جب دم ہلاتا ہے تو بجلی ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ گرج کڑک سن کر یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بَعْدَ اِيَّاكَ وَ عَافِنَا قَبْلَ ذَٰلِكَ (ترمذی) اور روایت میں یہ دعا ہے سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ حضرت علیؓ گرج سن کر پڑھتے سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحْتَ لَهُ اَبْنُ اَبِي زَكَرِيَّا فرماتے ہیں جو شخص گرج کڑک سن کر کہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ اس پر بجلی نہیں گرے گی۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ گرج کڑک کی آواز سن کر باتیں چھوڑ دیتے اور فرماتے سُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِي يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ اور فرماتے کہ اس آیت میں اور اس آواز میں زمین والوں کے لئے بہت تزییر و عبرت ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہارا رب العزت فرماتا ہے اگر میرے بندے میری پوری اطاعت کرتے تو راتوں کو بارشیں برساتا اور دن کو سورج چڑھاتا اور انہیں گرج کی آواز تک نہ سناتا۔

طبرانی میں ہے آپ فرماتے ہیں گرج سن کر اللہ کا ذکر کرو۔ کیونکہ ذکر کرنے والوں پر کڑا کا نہیں گرتا۔ وہ بجلی بھیجتا ہے جس پر

چاہے اس پر گراتا ہے۔ اسی لئے آخر زمانے میں بکثرت بجلیاں گریں گی۔

مسند کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب بجلی بکثرت گرے گی یہاں تک کہ ایک شخص اپنی قوم سے آ کر پوچھے گا کہ صبح کس پر بجلی گری؟ وہ کہیں گے فلاں فلاں پر۔ ابو یعلیٰ راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو ایک مغرور سردار کے بلانے کو بھیجا، اس نے کہا کون رسول اللہ؟ اور کون اللہ؟ اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ یا پیتل کا؟ قاصد واپس آیا اور حضور ﷺ سے یہ ذکر کیا کہ دیکھئے میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ متکبر مغرور شخص ہے۔ آپ اُسے نہ بلوائیں۔ آپ نے فرمایا دوبارہ جاؤ اور اس سے یہی کہو، اس نے جا کر پھر بلایا لیکن اس ملعون نے یہی جواب اس مرتبہ بھی دیا۔ قاصد نے واپس آ کر پھر حضور سے عرض کیا، آپ نے تیسری مرتبہ بھیجا، اب کی مرتبہ بھی اس نے پیغام سن کر وہی جواب دینا شروع کیا کہ ایک بادل اس کے سر پر آ گیا۔ کڑکا اور اس میں سے بجلی گری اور اس کے سر سے کھوپڑی اڑا لی گئی۔ اس کے بعد یہ آیت اتری۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی حضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تانے کا ہے یا موتی کا یا یا قوت کا، ابھی اس کا سوال پورا نہ ہوا تھا جو بجلی گری اور وہ تباہ ہو گیا اور یہ آیت اتری۔ قتادہ کہتے ہیں مذکور ہے کہ ایک شخص نے قرآن کو جھٹلایا اور آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکار کیا۔ اسی وقت آسمان سے بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گیا اور یہ آیت اتری۔ اس آیت کے شان نزول میں عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ کا قصہ بھی بیان ہوتا ہے۔ یہ دونوں سرداران عرب مدینے میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کو مان لیں گے لیکن اس شرط پر کہ آپ ہمیں آدھوں آدھ کا شریک کر لیں۔ آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے اللہ تجھے یہ وقت ہی نہیں دے گا پھر یہ دونوں مدینے میں ٹھہرے رہے کہ موقعہ پا کر حضور ﷺ کو غفلت میں قتل کر دیں چنانچہ ایک دن انہیں موقع مل گیا۔ ایک نے تو آپ کو سامنے سے باتوں میں لگا لیا۔ دوسرا تلوار تو لے پیچھے سے آ گیا لیکن اس حافظ حقیقی نے آپ کو ان کی شرارت سے بچالیا۔ اب یہاں سے نامراد ہو کر چلے اور اپنے جلد دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے عرب کو آپ کے خلاف ابھارنے لگے۔ اسی حال میں اربد پر آسمان سے بجلی گری اور اس کا کام تو تمام ہو گیا، عامر طاعون کی گھٹی سے پکڑا گیا اور اسی میں بلک بلک کر جان دی اور اسی جیسوں کے بارے میں یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گراتا ہے۔ اربد کے بھائی لبید نے اپنے بھائی کے اس واقعہ کو اشعار میں خوب بیان کیا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ عامر نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جو سب مسلمانوں کا حال وہی تیرا حال۔ اس نے کہا پھر تو میں مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر آپ کے بعد اس امر کا والی میں بنوں تو میں دین قبول کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ امر خلافت نہ تیرے لئے ہے نہ تیری قوم کے لیے ہاں ہمارا لشکر تیری مدد پر ہوگا۔ اس نے کہا اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ اب بھی نجدی لشکر میری پشت پناہی پر ہے مجھے تو کچے کچے کا مالک کر دیں تو میں دین اسلام قبول کر لوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔ عامر کہنے لگا واللہ میں مدینے کو چاروں طرف سے لشکروں سے محصور کر لوں گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تیرا یہ ارادہ پورا نہیں ہونے دے گا۔ اب ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تو حضرت ﷺ کو باتوں میں لگائے دوسرا تلوار سے آپ کا کام تمام کر دے۔ پھر ان میں سے لڑے گا کون؟ زیادہ سے زیادہ دیت دے کر پیچھا چھٹ جائے گا۔ اب یہ دونوں پھر آپ کے پاس آئے۔ عامر نے کہا ذرا آپ اٹھ کر یہاں آئیے۔ میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اٹھے اس کے ساتھ چلے ایک دیوار تلے وہ باتیں کرنے لگا۔ حضور ﷺ بھی کھڑے ہوئے سن رہے تھے اربد نے موقعہ پا کر تلوار پر ہاتھ رکھا۔ اسے میان سے باہر نکالنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا اس سے تلوار نکلی ہی نہیں۔ جب وہاں دیر لگ گئی اور اچانک حضور ﷺ کی نظر

پشت کی جانب پڑی تو آپ نے یہ حالت دیکھی اور وہاں سے لوٹ کر چلے آئے۔ اب یہ دونوں مدینے سے چلے، حرہ راقم میں آ کر ٹھہرے لیکن حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے اور انہیں وہاں سے نکالا راقم میں پہنچے ہی تھے جو ارد گرد پر بجلی گری۔ اس کا تو وہیں ڈھیر ہو گیا۔ عامر یہاں سے بھاگ بھاگ چلا لیکن جرح میں پہنچا تھا جو اسے طاعون کی گھٹی نکلی۔ بنو سلول قبیلہ کی ایک عورت کے ہاں یہ ٹھہرا۔ وہ کبھی کبھی اپنی گردن کی گھٹی کو دباتا اور تعجب سے کہتا: یہ تو ایسی ہے جیسے اونٹ کی گھٹی ہوتی ہے، افسوس میں سلول یہ عورت کے گھر پر مردوں گا۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں اپنے گھر ہوتا۔ آخر اس سے ندر ہا گیا، گھوڑا منگوا یا، سوار ہوا اور چل دیا لیکن راستے ہی میں ہلاک ہو گیا پس ان کے بارے میں یہ آیتیں اللہ یَعْلَمُ سے مِنْ وَآلِ تَمِک نازل ہوئیں۔ ان میں حضرت ﷺ کی حفاظت کا ذکر بھی ہے۔ پھر ارد گرد پر بجلی گرنے کا ذکر ہے اور فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اس کی عظمت و توحید کو نہیں مانتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے مخالفوں اور منکروں کو سخت سزا اور ناقابل برداشت عذاب کرنے والا ہے۔ پس یہ آیت مثل آیت وَمَكْرُؤًا مَّكْرًا وَمَكْرُؤًا مَّكْرًا وَلَا يَشْعُرُونَ الخ کے ہے یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اسی طرح کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا۔ اب تو خود دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو غارت کر دیا۔ اللہ سخت پکڑ کرنے والا ہے۔ بہت قوی ہے پوری قوت و طاقت والا ہے۔

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ
شَيْئًا إِلَّا كِبَاسٌ كَفِيَهُ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ
وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝۱۵

اسی کو پکارنا حق ہے جو لوگ اس کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ ان کے کسی کام پر نہیں پہنچتے مگر جیسے کہ کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلانے ہوئے ہو کہ ان کے منہ میں پڑ جائے تو وہ پانی اس کے منہ میں پہنچنے والا نہیں ان منکروں کی جتنی پکار ہے سب گمراہی میں ہے ○

دعوت حق: ☆☆ (آیت ۱۳) حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے لئے دعوت حق ہے اس سے مراد توحید ہے۔ محمد بن منکدر کہتے ہیں مراد لا الہ الا اللہ ہے۔ پھر مشرکوں کا فروں کی مثال بیان ہوئی کہ جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں خود بخود پہنچ جائے تو ایسا نہیں ہونے کا۔ اسی طرح یہ کفار جنہیں پکارتے ہیں اور جن سے امیدیں رکھتے ہیں وہ ان کی امیدیں پوری نہیں کرنے کے۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ جیسے کوئی اپنی مٹھیوں میں پانی بند کر لے تو وہ رہنے کا نہیں۔ پس باسط قابض کے معنی میں ہے۔ عربی شعر میں بھی قابض ماء آیا ہے پس جیسے پانی مٹھی میں روکنے والا اور جیسے پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والا پانی سے محروم ہے ایسے ہی یہ مشرک اللہ کے سوا دوسروں کو گو پکاریں لیکن رہیں گے محروم ہی دین و دنیا کا کوئی فائدہ انہیں نہ پہنچے گا۔ ان کی پکار بے سود ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظَلَلَهُمُ
بِالْغُدُوِّ وَالْاَصَالِ ۝۱۶

اللہ ہی کے لئے زمین کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتی رہتی ہے اور ان کے سامنے بھی صبح و شام ○

عظمت و سطوت الہی: ☆☆ (آیت ۱۵) اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و سلطنت کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے اور ہر ایک اس کی سرکار میں اپنی عاجزی کا اظہار کرتی ہے۔ مومن خوشی سے اور کافر بزور اس کے سامنے سجدہ میں ہے۔ ان کی پرچھائیں صبح و شام

عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

شَيْءٌ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿١٦﴾

اندھیر اور روشنی ☆ ☆ (آیت ۱۶) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ یہ مشرکین بھی اس کے قائل ہیں کہ زمین و آسمان کا رب اور مدبر اللہ ہی ہے۔ اس کے باوجود دوسرے اولیاء کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ وہ سب عاجز بندے ہیں۔ ان کے تو کیا خود اپنے بھی نفع نقصان کا انہیں کوئی اختیار نہیں پس یہ اور اللہ کے عابد یکساں نہیں ہو سکتے۔ یہ تو اندھیروں میں ہیں اور بندہ رب نور میں ہے۔ جتنا فرق اندھے اور دیکھنے والے میں ہے جتنا فرق اندھیروں اور روشنی میں ہے اتنا ہی فرق ان دونوں میں ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ کیا ان مشرکین کے مقرر کردہ شریک اللہ ان کے نزدیک کسی چیز کے خالق ہیں؟ کہ ان پر تیز مشکل ہوگئی کہ کس چیز کا خالق اللہ ہے؟ اور کس چیز کے خالق ان کے معبود ہیں حالانکہ ایسا نہیں۔ اللہ کے مشابہ اس جیسا اس کے برابر کا اور اس کی مثل کا کوئی نہیں۔ وہ وزیر سے شریک سے بیوی سے پاک ہے اور ان سب سے اس کی ذات بلند و بالا ہے۔ یہ تو مشرکین کی پوری بے وقوفی ہے کہ اپنے جھوٹے معبودوں کو اللہ کا پیدا کیا ہوا اس کی مملوک سمجھتے ہوئے پھر بھی ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ یا اللہ ہم حاضر ہوئے۔ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ وہ تیری ملکیت میں ہے اور جس چیز کا وہ مالک ہے وہ بھی دراصل تیری ہی ملکیت ہے۔ قرآن نے اور جگہ ان کا مقولہ بیان فرمایا ہے کہ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيَقَرَّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ یعنی ہم تو ان کی عبادت صرف اس لالچ میں کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔ ان کے اس اعتقاد کی رگ گردن توڑتے ہوئے ارشاد ربانی ہوا کہ اس کے پاس کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر لب نہیں ہلا سکتا۔ آسمانوں کے فرشتے بھی شفاعت اس کی اجازت بغیر کر ہی نہیں سکتے۔ سورہ مریم میں فرمایا زمین و آسمان کی تمام مخلوق اللہ کے سامنے غلام بن کر آنے والی ہے سب اس کی نگاہ میں اور اس کی گنتی میں ہیں اور ہر ایک تمہا تمہا اس کے سامنے قیامت کے دن حاضری دینے والا ہے۔

پس جب کہ سب کے سب بندے اور غلام ہونے کی حیثیت میں یکساں ہیں، پھر ایک کا دوسرے کی عبادت کرنا بڑی حماقت اور کھلی بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اس نے رسولوں کا سلسلہ شروع دنیا سے جاری رکھا۔ ہر ایک نے لوگوں کو پہلا سبق یہ دیا کہ اللہ ایک ہی

عبادت کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں لیکن انہوں نے نہ اپنے اقرار کا پاس کیا نہ رسولوں کی متفقہ تعلیم کا لحاظ کیا بلکہ مخالفت کی رسولوں کو جھٹلایا تو کلمہ عذاب ان پر صادق آ گیا۔ یہ رب کا ظلم نہیں۔

أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظَّالِمَاتُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ
بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ
ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُ ۚ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ
فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي
الْأَرْضِ ۚ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ۝

اسی نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اپنی اپنی سالی کے مطابق تالے بہہ نکلے۔ پھر پانی کے ریلے نے اوپر چڑھے جھاگ کو اٹھالیا اور اس چیز میں بھی جس کو آگ میں ڈال کر تپاتے ہیں زیور یا ساز و سامان کیلئے اسی طرح کے جھاگ ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ اب جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے لیکن جو لوگوں کو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان فرماتا ہے ○

باطل بے ثبات ہے: ☆ ☆ (آیت: ۱۷) حق و باطل کے فرق، حق کی پائیداری اور باطل کی بے ثباتی کی یہ دو مثالیں بیان فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں سے مینہ برساتا ہے، چشموں دریاؤں نالوں وغیرہ کے ذریعے برسات کا پانی بہنے لگتا ہے۔ کسی میں کم، کسی میں زیادہ، کوئی چھوٹی، کوئی بڑی۔ یہ دلوں کی مثال ہے اور ان کے تفاوت کی۔ کوئی آسمانی علم بہت زیادہ حاصل کرتا ہے کوئی کم۔ پھر پانی کی اس رو پر جھاگ تیرنے لگتا ہے۔ ایک مثال تو یہ ہوئی۔ دوسری مثال سونے، چاندی، لوہے، تانبے کی ہے کہ اسے آگ میں تپایا جاتا ہے۔ سونے، چاندی، زیور کے لئے لوہا تاننا برتن بھانڈے وغیرہ کے لئے ان میں بھی جھاگ ہوتے ہیں تو جیسے ان دونوں چیزوں کے جھاگ مٹ جاتے ہیں اسی طرح باطل جو کبھی حق پر چھا جاتا ہے آخر چھٹ جاتا ہے اور حق ٹھہر آتا ہے جیسے پانی ٹھہر کر صاف ہو کر رہ جاتا ہے اور جیسے چاندی سونا وغیرہ تپا کر کھوٹ سے الگ کر لئے جاتے ہیں۔ اب سونے، چاندی، پانی وغیرہ سے تو دنیا نفع اٹھاتی رہتی ہے اور ان پر جو کھوٹ اور جھاگ آ گیا تھا اس کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سمجھانے کے لئے کتنی صاف صاف مثالیں بیان فرما رہا ہے کہ سوچیں سمجھیں۔ جیسے فرمایا ہے کہ ہم یہ مثالیں لوگوں کے سامنے بیان فرماتے ہیں لیکن اسے علماء خوب سمجھتے ہیں۔ بعض سلف کی سمجھ میں جو کوئی مثال نہیں آتی تھی تو وہ رونے لگتے تھے کیونکہ انہیں نہ سمجھنا علم سے خالی لوگوں کا وصف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، پہلی مثال میں بیان ہے، ان لوگوں کا جن کے دل یقین کے ساتھ علم الہی کے حامل ہوتے ہیں اور بعض دل وہ بھی ہیں جن میں شک باقی رہ جاتا ہے پس شک کے ساتھ کا علم بے سود ہوتا ہے۔ یقین پورا فائدہ دیتا ہے۔ زبر سے مراد شک ہے جو کمتر چیز ہے، یقین کا رآمد چیز ہے جو باقی رہنے والی ہے۔ جیسے زیور جو آگ میں تپایا جاتا ہے تو کھوٹ جل جاتا ہے اور کھری چیز رہ جاتی ہے اسی طرح اللہ کے ہاں یقین مقبول۔ شک مردود ہے۔ پس جس طرح پانی رہ گیا اور پینے وغیرہ کے کام آیا اور جس طرح سونا چاندی اصلی رہ گیا اور اس کے ساز و سامان بنے اسی طرح نیک اور خالص اعمال عامل کو نفع دیتے ہیں اور باقی رہتے ہیں۔ ہدایت و حق پر جو عامل رہے وہ نفع پاتا ہے جیسے لوہے کی چھری تلواریں بغیر تپانے بن نہیں سکتی۔ اسی طرح باطل، شک اور ریا کاری والے اعمال اللہ کے ہاں کارآمد نہیں ہو سکتے۔ قیامت کے دن باطل ضائع ہو جائے گا۔ اور اہل حق کو حق نفع دے گا۔

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ
لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ
لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ۖ وَمَأْوَاهُمُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝١٨ أَفَمَنْ يَعْلَمُ
أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا
يَتَذَكَّرُ أُولَٰئِكَ ۖ أَلَبَابٌ ۝١٩

ذوالقرنین: ☆☆ (آیت: ۱۸) نیکو بدوں کا انجام بیان ہو رہا ہے۔ اللہ رسول کو ماننے والے احکام کے پابند خبروں پر یقین رکھنے والے تو نیک بدلہ پائیں گے۔ ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ظلم کرنے والے کو ہم بھی سزا دیں گے اور اللہ کے ہاں بھی سخت عذاب دیا جائے گا۔ اور ایماندار اور نیک اعمال لوگ بہترین بدلہ پائیں گے اور ہم بھی ان سے نرمی کی باتیں کریں گے۔ اور آیت میں فرمان رہی ہے

نیکوں کے لئے نیک بدلہ ہے اور زیادتی بھی۔ پھر فرماتا ہے جو لوگ اللہ کی باتیں نہیں مانتے، یہ قیامت کے دن ایسے عذابوں کو دیکھیں گے کہ اگر ان کے پاس ساری زمین بھر سونا ہو تو وہ اپنے فدیے میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں بلکہ اس جتنا اور بھی۔ مگر قیامت کے روز نہ فدیہ ہوگا نہ بدلہ نہ عوض نہ معاوضہ۔ ان سے سخت باز پرس ہوگی، ایک ایک چھلکے اور ایک ایک دانے کا حساب لیا جائے گا۔ حساب میں پورے نہ اتریں گے تو عذاب ہوگا۔ جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا جو بدترین جگہ ہوگی۔

ایک موازنہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۹) ارشاد ہوتا ہے کہ ایک وہ شخص جو اللہ کے کلام کو جو آپ کی جانب اتر اسرار حق مانتا ہو سب پر ایمان رکھتا ہو ایک کو دوسرے کی تصدیق کرنے والا اور موافقت کرنے والا جانتا ہو سب خبروں کو سچ جانتا ہو سب حکموں کو مانتا ہو سب برائیوں کو بد جانتا ہو آپ کی سچائی کا قائل ہو۔ اور دوسرا وہ شخص جو نابینا ہو بھلائی کو سمجھتا ہی نہیں اور اگر سمجھ بھی لے تو مانتا نہ ہو نہ سچا جانتا ہو یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسے فرمان ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی خوش نصیب ہیں، یہی فرمان یہاں ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں۔ بات یہ ہے کہ بھلی سمجھ بھلے داروں کی ہی ہوتی ہے۔

الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَ لَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۖ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ۖ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ آَنَفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَ عَلَانِيَةً وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۚ

جو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور قول و قرار کو توڑتے نہیں ○ اللہ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں، اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا کھکا رکھتے ہیں ○ اپنے رب کی رضامندی کی طلب کی وجہ سے صبر کرتے رہتے ہیں اور نمازوں کو برابر قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے اسے چھپے کھلے خرچ کرتے رہتے ہیں اور برائی کو بھی بھلائی سے مٹاتے رہتے ہیں ○

منافق کا نفسیاتی تجزیہ: ☆ ☆ (آیت: ۲۰-۲۲) ان بزرگوں کی نیک صفیں بیان ہو رہی ہیں اور ان کے بھلے انجام کی خبر دی جا رہی ہے جو آخرت میں جنت کے مالک بنیں گے اور یہاں بھی جو نیک انجام ہیں۔ وہ منافقوں کی طرح نہیں ہوتے کہ عہد شکنی، غداری اور بے وفائی کریں۔ یہ منافق کی خصلت ہے کہ وعدہ کر کے توڑ دیں۔ جھگڑوں میں گالیاں بکسیں باتوں میں جھوٹ بولیں، امانت میں خیانت کریں۔ صلہ رحمی کا رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا، فقیر محتاج کو دینے کا، بھلی باتوں کے بنانے کا جو حکم الہی ہے، یہ اس کے عامل ہیں۔ رب کا خوف دل میں رکھتے ہوئے فرمان الہی سمجھ کر نیکیاں کرتے ہیں بدیاں چھوڑتے ہیں۔ آخرت کے حساب سے ڈرتے ہیں، اسی لئے برائیوں سے بچتے ہیں، نیکیوں کی رغبت کرتے ہیں۔ اعتدال کا راستہ نہیں چھوڑتے۔ ہر حال میں فرمان الہی کا لحاظ رکھتے ہیں۔ گونفس حرام کاموں اور اللہ کی نافرمانیوں کی طرف جانا چاہے لیکن یہ اسے روک لیتے ہیں اور ثواب آخرت یا دلا کر مرضی مولاً رضائے رب کے طالب ہو کر نافرمانیوں سے باز رہتے ہیں۔ نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ رکوع، سجدہ، قعدہ، خشوع خضوع شرعی طور پر بجالاتے ہیں، جنہیں دینا اللہ نے فرمایا ہے انہیں اللہ کی دی ہوئی چیزیں دیتے رہتے ہیں۔ فقیر محتاج، مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔ چھپے کھلے دن

رات وقت بے وقت برابر راہ اللہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ قباحت کو احسان سے، برائی کو بھلائی سے، دشمنی کو دوستی سے ٹال دیتے ہیں۔ دوسرا سرکشی کرے یہ نری کرتے ہیں۔ دوسرا سرچڑھے یہ سر جھکا دیتے ہیں۔ دوسروں کے ظلم سے لیتے ہیں اور خود نیک سلوک کرتے ہیں۔ تعلیم قرآن ہے اِدْفَعِ بِاللَّيْئِ حَتَّىٰ أَحْسَنُ اِلٰح بہت اچھے طریقے سے ٹال دو تو دشمن بھی گاڑھا دوست بن جائے گا۔ صبر کرنے والے صاحب نصیت ہی اس مرتبے کو پاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اچھا انجام ہے۔

جَنَّتٍ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ
وَزُرِّيَّتِهِمُ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۱۵﴾
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۱۶﴾

ان ہی کے لئے عاقبت کا گھر ہے۔ ہمیشہ رہنے کے باغات جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ داداؤں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیک کار ہوں ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے ○ کہیں گے تم پر سلامتی ہوتی رہے۔ صبر کے بدلے کیا ہی اچھا بدلہ ہے اس گھر کا ○

بروج والا خانے: ☆ ☆ (آیت: ۲۳-۲۴) وہ اچھا انجام اور بہترین گھر جنت ہے جو پیشگی والا اور پائیدار ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جنت کے ایک محل کا نام عدن ہے جس میں بروج اور بالا خانے ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں ہر دروازے پر پانچ ہزار فرشتے ہیں وہ محل مخصوص ہے نبیوں اور صدیقیوں اور شہیدوں کے لئے۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ جنت کا شہر ہے جس میں انبیاء ہوں گے۔ شہداء ہوں گے اور ہدایت کے ائمہ ہوں گے۔ ان کے آس پاس اور لوگ ہوں گے اور ان کے ارد گرد اور چٹتیں ہیں۔ وہاں یہ اپنے اور چیتوں کو بھی اپنے ساتھ دیکھیں گے۔ ان کے بڑے باپ داداؤں کے ان کے چھوٹے بیٹے پوتے ان کے جوڑے جو بھی ایماندار اور نیکو کار تھے ان کے پاس ہوں گے اور راحتوں میں سرور ہوں گے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے عامل اس درجہ بلند تک پہنچنے کے قابل نہ بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درجے بڑھا دے گا اور اعلیٰ منزل تک پہنچا دے گا جیسے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ اِلٰح جن ایمانداروں کی اولاد ان کی پیروی ایمان میں کرتی ہے ہم انہیں بھی ان کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ ان کے پاس مبارک باد اور سلام کے لئے ہر دروازے سے ہر وقت فرشتے آتے رہتے ہیں یہ بھی اللہ کا انعام ہے تاکہ یہ ہر وقت خوش رہیں اور بشارتیں سنتے رہیں۔ نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں کا پڑوس، فرشتوں کے سلام اور جنت الفردوس مقام۔ مسند کی حدیث میں ہے جانتے بھی ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون جائیں گے؟ لوگوں نے کہا: اللہ کو علم ہے اور اس کے سول ﷺ کو فرمایا: سب سے پہلے جنتی مساکین مہاجرین ہیں جو دنیا کی لذتوں سے دور تھے جو تکلیفوں میں مبتلا تھے جن کی انگلیں دلوں میں ہی رہ گئیں اور قضا آگئی۔ رحمت کے فرشتوں کو حکم الہی ہوگا کہ جاؤ انہیں مبارک باد دو فرشتے کہیں گے: الہی ہم تیرے آسمانوں کے رہنے والے تیری بہترین مخلوق ہیں۔ کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم جا کر انہیں سلام کریں اور انہیں مبارک باد پیش کریں؟ جناب باری جواب دے گا: یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے صرف میری عبادت کی میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا، دنیوی راحتوں سے محروم رہے، مصیبتوں میں مبتلا رہے، کوئی مراد پوری ہونے نہ پائی اور یہ صابر و شاکر رہے۔ اب تو فرشتے جلدی جلدی بھد شوق ان کی طرف دوڑیں گے ادھر ادھر کے ہر دروازے سے گھسیں گے اور سلام کر کے مبارک باد پیش کریں گے۔ طبرانی میں ہے کہ سب سے پہلے جنت میں جانے والے تین قسم کے لوگ ہیں۔ فقراء مہاجرین جو مصیبتوں میں مبتلا رہے، جب انہیں جو حکم ملا بجالا تے رہے۔ انہیں ضرورتیں بادشاہوں ایسی ہوتی تھیں لیکن مرتے دم تک پوری نہ ہوئیں۔ جنت کو بروز

قیامت اللہ تعالیٰ اپنے سامنے بلائے گا۔ وہ بنی سنوری اپنی تمام نعمتوں اور تازگیوں کے ساتھ حاضر ہوگی۔ اس وقت ندا ہوگی کہ میرے وہ بندے جو میری راہ میں جہاد کرتے تھے میری راہ میں ستائے جاتے تھے میری راہ میں لڑتے بھڑتے تھے وہ کہاں ہیں؟ اب بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں چلے جاؤ۔ اس وقت فرشتے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے اور عرض کریں گے کہ پروردگار ہم تو صبح شام تیری تسبیح و تقدیس میں لگے رہے۔ یہ کون ہیں جنہیں ہم پر بھی تو نے فضیلت عطا فرمائی؟ اللہ رب العزت فرمائے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میری راہ میں جہاد کیا میری راہ میں تکلیفیں برداشت کیں۔ اب تو فرشتے جلدی کر کے ان کے پاس ہر ہر دروازے سے جا پہنچیں گے سلام کریں گے اور مبارک بادیاں پیش کریں گے کہ تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ کتنا اچھا ملا۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن جنت میں اپنے تخت پر با آرام نہایت شان سے تکیہ لگائے بیٹھا ہوا ہوگا خادموں کی قطاریں ادھر ادھر کھڑی ہوں گی جو دروازے والے خادم سے فرشتہ اجازت مانگے گا وہ دوسرے خادم سے کہے گا وہ یکے بعد دیگرے پوچھ گچھ کا یہاں تک کہ مومن سے پوچھا جائے گا۔ مومن اجازت دے گا کہ اسے آئے دو۔ یہی ایک دوسرے کو پیغام پہنچائے گا اور آخری خادم فرشتے کو اجازت دے گا اور دروازہ کھول دے گا۔ وہ آئے گا اور سلام کرے گا اور چلا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر سال کے آخر پر شہداء کی قبروں پر آتے اور کہتے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور اسی طرح ابو بکر، عمر، عثمان، بھی رضی اللہ عنہم (اس کی سند ٹھیک نہیں)

وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ
مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُؤْصَلَ وَيَفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ
لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۖ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي
الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ۝

جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم اللہ نے انھیں توڑتے رہتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے رہتے ہیں ان پر لعنتیں ہیں اور ان کے لئے برا گھر ہے ○ اللہ تعالیٰ جس کی روزی چاہتا ہے بڑھاتا ہے اور گھٹاتا ہے۔ یہ تو دنیا کی زندگی میں مست ہو گئے حالانکہ دنیا آخرت کے مقابلے میں نہایت حقیر پونجی ہے ○

مومنین کی صفات: ☆ ☆ (آیت: ۲۵) مومنوں کی صفاتیں اوپر بیان ہوئیں کہ وہ وعدے کے پورے رشتوں ناتوں کے ملانے والے ہوتے ہیں۔ پھر ان کا اجر بیان ہوا کہ وہ جنتوں کے مالک بنیں گے۔ اب یہاں ان بد نصیبوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ان کے خلاف خصائل رکھتے تھے نہ خدا کے وعدوں کا لحاظ کرتے تھے نہ صلہ رحمی اور احکام اللہ کی پابندی کا خیال رکھتے تھے۔ یعنی گروہ ہے اور برے انجام والا ہے۔ حدیث میں ہے منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ باتوں میں جھوٹ بولنا وعدوں کا خلاف کرنا امانت میں خیانت کرنا۔ ایک حدیث میں ہے جھگڑوں میں گالیاں بکنا اس شان کے لوگ رحمت الہی سے دور ہیں۔ ان کا انجام برا ہے۔ یہ جہنمی گروہ ہے۔ یہ چھ خصلتیں ہوئیں جو منافقین سے اپنے غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہیں۔ باتوں میں جھوٹ وعدہ خلافی امانت میں خیانت اللہ کے عہد کو توڑ دینا اللہ کے ملانے کے حکم کی چیزوں کو نہ ملانا ملک میں فساد پھیلاتا۔ اور یہ دے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی جھوٹ وعدہ خلافی اور خیانت کرتے ہیں۔

مسئلہ رزق: ☆ ☆ (آیت: ۲۶) اللہ جس کی روزی میں کشادگی دینا چاہے قادر ہے جسے تنگ روزی دینا چاہے قادر ہے یہ سب کچھ حکمت و عدل سے ہو رہا ہے۔ کافروں کو دنیا پر ہی سہارا ہو گیا۔ یہ آخرت سے غافل ہو گئے۔ سمجھنے لگے کہ یہاں رزق کی فراوانی حقیقی اور بھلی چیز ہے حالانکہ دراصل یہ مہلت ہے اور آہستہ پکڑ کی شروع ہے لیکن انہیں کوئی تمیز نہیں۔ مومنوں کو جو آخرت ملنے والی ہے اس کے مقابل تو یہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں یہ نہایت ناپائیدار اور حقیر چیز ہے۔ آخرت بہت بڑی اور بہتر چیز۔ لیکن عموماً لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اسے کوئی سمندر میں ڈبو لے اور دیکھے کہ اس میں کتنا پانی آتا ہے؟ جتنا یہ پانی سمندر کے مقابلے پر ہے اتنی ہی دنیا آخرت کے مقابلے میں ہے (مسلم) ایک چھوٹے چھوٹے کانوں والے بکری کے مرے ہوئے بچے کو راستے میں پڑا ہوا دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا جیسا یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جن کا یہ تھا اس سے بھی زیادہ بے کار اور ناجیز اللہ کے سامنے ساری دنیا ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن أَرَادَ أَنَابَ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحَسَنُ مَا بُعِدَ لَهُمْ ۝

کافر کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشان کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ تو جواب دے کہ جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف جھکے اسے راستہ دکھا دیتا ہے ○ جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام بھی کئے ان کے لئے خوش حالی ہے اور بہترین ٹھکانا ہے ○

مشرکین کے اعتراض: ☆ ☆ (آیت: ۲۷-۲۹) مشرکین کا ایک اعتراض بیان ہو رہا ہے کہ اگلے غلبہ کی طرح یہ ہمیں ہمارا کہا ہوا کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھاتا؟ اس کی پوری بحث کئی بارگزری چکی کہ اللہ کو قدرت تو ہے لیکن اگر پھر بھی یہ شے سے مس نہ ہوئے تو انہیں نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ خدا کی طرف سے نبی ﷺ پر وحی آئی کہ ان کی چاہت کے مطابق میں صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیتا ہوں زمین عرب میں میٹھے دریاؤں کی ریل چل کر دیتا ہوں پہاڑی زمین کو زراعتی زمین سے بدل دیتا ہوں لیکن پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو انہیں وہ سزا دوں گا جو کسی کو نہ ہوتی ہو۔ اگر چاہوں تو یہ کر دوں اور اگر چاہوں تو ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہے دوں تو آپ نے دوسری صورت پسند فرمائی۔ سچ ہے ہدایت و ضلالت اللہ کے ہاتھ ہے۔ وہ کسی معجزے کے دیکھنے پر موقوف نہیں بے ایمانوں کے لئے نشانات اور ڈراوے سب بے سود ہیں۔ جن پر کلمہ عذاب صادق ہو چکا ہے وہ تمام تر نشانات دیکھ کر بھی مان کر نہ دیں گے ہاں عذابوں کو دیکھ کر تو پورے ایماندار بن جائیں گے لیکن وہ محض بے کار چیز ہے۔ فرماتا ہے وَلَوْ أَنَّا لَخُلَيْنَا بِهٖمْ إِنَّا لَمَلَكُومُ الْفُتٰرَہُ یعنی اگر ہم ان پر فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہر چھپی چیز ان کے سامنے ظاہر کر دیتے جب بھی انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا۔ ہاں اگر اللہ چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔ جو اللہ کی طرف جھکے اس سے مدد چاہے اس کی طرف عاجزی کرے وہ راہ یافتہ ہو جاتا ہے۔ جن کے دلوں میں ایمان جم گیا

ہے جن کے دل اللہ کی طرف جھکتے ہیں اس کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، راضی خوشی ہو جاتے ہیں اور فی الواقع ذکر اللہ اطمینان دل کی چیز بھی ہے۔ ایمانداروں اور نیک کاروں کے لئے خوشی نیک فالی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ان کا انجام اچھا ہے یہ مستحق مبارک باد ہیں یہ بھلائی کو سمیٹنے والے ہیں ان کا لوٹنا بہتر ہے ان کا مال نیک ہے۔

مروی ہے کہ طوبی سے مراد ملک حبش ہے اور نام ہے جنت کا اور اس سے مراد جنت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنت کی جب پیدائش ہو چکی اس وقت جناب باری نے یہی فرمایا تھا۔ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت کا نام بھی طوبی ہے کہ ساری جنت میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر گھر میں اس کی شاخ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے لولو کے دانے سے پیدا کیا ہے اور بنجکم الہی یہ بڑھا اور پھیلا ہے۔ اس کی جڑوں سے جنتی شہد شراب پانی اور دودھ کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے طوبی نامی جنت کا ایک درخت ہے۔ سو سال کے راستے کا اسی کے خوشوں سے جنتیوں کے لباس نکلتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جس نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ پر ایمان لایا اسے مبارک ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں اسے بھی مبارک ہو اور اسے ڈبل مبارک ہو جس نے مجھے نہ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ ایک شخص نے پوچھا طوبی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جنتی درخت ہے جو سو سال کی راہ تک پھیلا ہوا ہے۔ جنتیوں کے لباس اس کی شاخوں سے نکلتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے کہ سوار ایک سو سال تک اس کے سائے میں چلتا رہے گا لیکن وہ ختم نہ ہوگا۔ اور روایت میں ہے کہ چال بھی تیز اور سواری بھی تیز چلنے والی صحیح بخاری شریف میں آیت وَظِلِّ مَمْدُودِ کی تفسیر میں بھی ہے اور حدیث میں ہے ستر سال۔ یا سو سال اس کا نام شجرۃ الخلد ہے۔ سدرۃ المنتہی کے ذکر میں آپ نے فرمایا ہے اس کی ایک شاخ کے سائے تلے ایک سو سال تک سوار چلتا رہے گا اور سو سو سوار اس کی ایک ایک شاخ تلے ٹھہر سکتے ہیں۔ اس میں سونے کی میڈیاں ہیں۔ اس کے پھل بڑے بڑے منکوں کے برابر ہیں (ترمذی) آپ فرماتے ہیں ہر جنتی کو طوبی کے پاس لے جائیں گے اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس شاخ کو چاہے پسند کرے سفید سرخ، زرد سیاہ جو نہایت خوبصورت نرم اور اچھی ہوں گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں طوبی کو حکم ہوگا کہ میرے بندوں کے لئے بہترین چیزیں نکالے۔ تو اس میں سے گھوڑے اور اونٹ برتنے لگیں گے۔ سبے سجائے اور زین لگام وغیرہ کے کسائے اور عمدہ بہترین لباس وغیرہ۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ ایک عجیب و غریب اثر وارد کیا ہے۔ رہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبی ہے جس کے سائے تلے سو سو سال تک چلتا رہے گا لیکن راستہ ختم نہ ہوگا۔ اس کی تروتازگی کھلے ہوئے چمن کی طرح ہے اس کے پتے بہترین اور عمدہ ہیں اس کے خوشے عنبریں ہیں اس کے کنکر یا قوت ہیں اس کی مٹی کا فور ہے اس کا گارا مشک ہے اس کی جڑ سے شراب کی دودھ کی اور شہد کی نہریں بہتی ہیں اس کے نیچے جنتیوں کی مجلسیں ہوں گے یہ بیٹھے ہوئے ہوں گے جو ان کے پاس فرشتے اونٹنیاں لے کر آئیں گے جن کی زنجیریں سونے کی ہوں گی۔ جن پر یا قوت کے پالان ہوں گے جن پر سونا جڑاؤ ہو رہا ہوگا۔ جن پر ریشمی جھولیں ہوں گی۔ وہ اونٹنیاں ان کے سامنے پیش کریں گے اور کہیں گے کہ یہ سواریاں تمہیں بھجوائی گئی ہیں اور دربار الہی میں تمہارا بلادہ ہے یہ ان پر سوار ہوں گے۔ وہ پرندوں کی پرواز سے بھی تیز رفتار ہوں گی۔ جنتی ایک دوسرے سے مل کر چلیں گے اونٹنیوں کے کان سے کان بھی نہ ملیں گے پوری فرمانبرداری کے ساتھ چلیں گی۔ راستے میں جو درخت آئیں گے وہ خود بخود دھت جائیں گے کسی کو اپنے ساتھی سے الگ نہ ہونا پڑے یونہی جن ورحیم اللہ کے پاس پہنچیں گے اللہ تعالیٰ اپنے چہرے سے پردے ہٹا دے گا یہ اپنے رب کے منہ کو دیکھیں گے اور کہیں گے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ اِلَيْكَ السَّلَامُ وَ حَقٌّ لَّكَ الْحَلَالُ وَ الْاُكْرَامُ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ رب العزت فرمائے گا اَنَا السَّلَامُ

وَمِنَ السَّلَامُ تم پر میری رحمت ثابت ہو چکی اور محبت بھی۔ میرے ان بندوں کو مر جا ہوا جو بن دیکھے مجھ سے ڈرتے رہے۔ میری فرماں برداری کرتے رہے جنتی کہیں گے باری تعالیٰ۔ نہ تو ہم سے تیری عبادت کا حق ادا ہوا نہ تیری پوری قدر ہوئی۔ ہمیں اجازت دے کہ تیرے سامنے سجدہ کریں۔ اللہ فرمائے گا۔ یہ محنت کی جگہ نہیں نہ عبادت کی یہ تو نعمتوں راحتوں اور مالا مال ہونے کی جگہ ہے۔ عبادتوں کی تکلیف جاتی رہی۔ مزے لوٹنے کے دن آ گئے۔ جو چاہا ہو مانگو۔ پاؤ گے۔ تم میں سے جو شخص جو مانگے میں اسے دوں گا۔ پس یہ مانگیں گے کم سے کم سوال والا کہے گا کہ الہی تو نے دنیا میں جو پیدا کیا تھا جس میں تیرے بندے ہائے وائے کر رہے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ شروع دنیا سے ختم دنیا تک دنیا میں جتنا کچھ تھا مجھے عطا فرما، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے تو کچھ نہ مانگا۔ اپنے مرتبے سے بہت کم چیز مانگی۔ اچھا ہم نے دی۔ میری بخشش اور دین میں کیا کمی ہے؟ پھر فرمائے گا جن چیزوں تک میرے ان بندوں کے خیالات کی رسائی بھی نہیں وہ انہیں دو چنانچہ دی جائیں گی یہاں تک کہ ان کی خواہشیں پوری ہو جائیں گی ان چیزوں میں جو انہیں یہاں ملیں گی تیز رو گھوڑے ہوں گے چار ہار پر یا قوتی تخت ہوگا ہر تخت پر سونے کا ایک ڈیرا ہوگا۔ ہر ڈیرے میں جتنی فرش ہوگا جن پر بڑی بڑی آنکھوں والی دودو حوریں ہوں گی جو دودو حلقے پہنے ہوئے ہوں گی جن میں جنت کے تمام رنگ ہوں گے اور تمام خوشبوئیں۔ ان خیموں کے باہر سے ان کے چہرے ایسے چمکتے ہوں گے گویا وہ باہر بیٹھی ہیں۔ ان کی پنڈلی کے اندر کا گودا باہر سے نظر آ رہا ہوگا جیسے سرخ یا قوت مس ڈور اپر دیا ہوا اور وہ اوپر سے نظر آ رہا ہو۔ ہر ایک دوسری پر اپنی فضیلت ایسی جانتی ہوگی جیسی فضیلت سورج کی پتھر پر اس طرح جتنی کی نگاہ میں بھی دونوں ایسی ہی ہوں گی۔ یہ ان کے پاس جائے گا اور ان سے بوس و کنار میں مشغول ہو جائے گا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر کہیں گی۔ واللہ ہمارے تو خیال میں بھی نہ تھا کہ اللہ تم جیسا خاوند ہمیں دے گا۔ اب بحکم الہی اسی طرح صف بندی کے ساتھ سوار یوں پر یہ واپس ہوں گے اور اپنی منزلوں میں پہنچیں گے۔ دیکھو تو سہی کہ اللہ نے انہیں کیا کیا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں؟ وہاں بلند درجہ لوگوں میں اونچے اونچے بالا خانوں میں جو زمرے موتی کے بنے ہوئے ہوں گے جن کے دروازے سونے کے ہوں گے جن کے منبر نور کے ہوں گے۔ جن کی چمک سورج کی چمک سے بالاتر ہوگی۔ اعلیٰ علیین میں ان کے محل ہوں گے یا قوت کے بنے ہوئے نورانی جن کے نور سے آنکھوں کی روشنی جاتی رہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں ایسی نہ کر دے گا۔ جو محلات یا قوت سرخ کے ہوں گے ان میں سبز ریشمی فرش ہوں گے اور جو زمرہ یا قوت کے ہوں گے ان کے فرش سرخ مخمل کے ہوں گے جو زمرہ اور سونے کے جڑاؤ کے ہوں گے ان تختوں کے پائے جواہر کے ہوں گے ان پر چھتیں لولوکی ہوں گی ان کے برج مرجان کے ہوں گے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی الہی تحفے وہاں پہنچ چکے ہوں گے سفید یا قوتی گھوڑے غلامان لئے کھڑے ہوں گے جن کا سامان چاندی کا جڑاؤ ہوگا۔ ان کے تخت پر اعلیٰ ریشمی نرم و دیز فرش بچھے ہوئے ہوں گے۔ یہ ان سوار یوں پر سوار ہو کر بے تکلف جنت میں جائیں گے۔ دیکھیں گے کہ ان کے گھروں کے پاس نورانی منبروں پر فرشتے ان کے استقبال کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں وہ ان کا شاندار استقبال کریں گے مبارک باد دیں گے مصافحہ کریں گے۔ پھر یہ اپنے گھروں میں داخل ہوں گے انعامات خدا وہاں موجود پائیں گے اپنے محلات کے پاس وہ چھتیں ہری بھری پائیں گے اور دودھیلی بھولی جن میں دو چشمے پوری روانی سے جاری ہوں گے اور ہر قسم کے جوڑ دار میوے ہوں گے اور خیموں میں پاکدامن بھولی بھالی پردہ نشین حوریں ہوں گی۔ جب یہ یہاں پہنچ کر راحت و آرام میں ہوں گے اس وقت اللہ رب العزت فرمائے گا میرے پیارے بندو تم نے میرے وعدے سچے پائے؟ کیا تم میرے ثوابوں سے خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے الہی ہم خوب خوش ہو گئے؟ بہت ہی راضی رضا مند ہیں دل سے راضی ہیں کلی کلی کھلی ہوئی ہے تو بھی ہم سے خوش رہ، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میری رضامندی نہ ہوتی تو میں اپنے اس مہمان خانے میں تمہیں کیسے داخل ہونے دیتا؟ اچھا دیدار کیسے کراتا؟ میرے فرشتے تم سے مصافحہ کیوں کرتے؟ تم خوش رہو۔ با آرام رہو۔ تمہیں مبارک ہو تم پھلو پھلو اور

<http://fb.com/ranajabirabbas>

اور دل کا میل ہے اس کے سوا کوئی ان باتوں کا مستحق نہیں۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْآنًا سِيرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِعَتْ بِهِ الْاَرْضُ
اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰی بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا اَفَلَمْ یَاْتِیْ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ لَّوْ یَشَآءِ اللّٰهُ لَهْدٰی النَّاسَ جَمِیْعًا وَلَا
یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تَصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ
قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰی یَاْتِیْ وَعَدُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ

اگر بالفرض قرآن کے ساتھ پہاڑ چلا دیے جاتے یا زمین ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی یا مردوں سے باتیں کرادی جاتیں پھر بھی انھیں ایمان نہ آتا بات یہ ہے کہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ تو کیا ایمان والوں کو اس بات پر دلجمعی نہیں کہ اگر اللہ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دے کفار کو تو ان کے کفر کے بدلے ہمیشہ ہی کوئی نذ کوئی سخت سزا پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے ارد گرد گھومتی رہے گی تا وقتیکہ وعدہ الہی آپہنچے اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا ○

قرآن حکیم کی صفات جلیلہ: ☆ ☆ (آیت: ۳۱) اللہ تعالیٰ اس پاک کتاب قرآن کریم کی تعریفیں بیان فرما رہا ہے کہ اگر سابقہ کتابوں میں سے کسی کتاب کے ساتھ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جانے والے اور زمین پھٹ جانے والی اور مردے جی اٹھنے والے ہوتے تو یہ قرآن جو تمام اگلی کتابوں سے بڑھ چڑھ کر ہے ان سب سے زیادہ اس بات کا اہل تھا۔ اس میں تو وہ معجز بیانی ہے کہ سارے جنات و انسان مل کر بھی اس جیسی ایک سورت نہ بنا کر لاسکے۔ یہ مشرکین اس کے بھی منکر ہیں تو معاملہ سپرد اللہ کر دہ مالک کل ہے۔ تمام کاموں کا مرجع وہی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہوتا۔ اس کے بھٹکائے ہوئے کی رہبری اور اس کے راہ دکھائے ہوئے کی گمراہی کسی کے بس میں نہیں۔ یہ یاد رہے کہ قرآن کا اطلاق اگلی الہامی کتابوں پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ سب سے مشتق ہے۔

مند میں ہے حضرت داؤد پر قرآن اس قدر آسان کر دیا گیا تھا کہ ان کے حکم سے سواری کسی جاتی اس کے تیار ہونے سے پہلے ہی وہ قرآن کو ختم کر لیتے، سوا اپنے ہاتھ کی کمائی کے وہ اور کچھ نہ کھاتے تھے پس مراد یہاں قرآن سے زبور ہے۔ کیا ایماندار اب تک اس سے مایوس نہیں ہوئے کہ تمام مخلوق ایمان نہیں لائے گی۔ کیا وہ مشیت الہی کے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ رب کی یہ نشانی نہیں۔ اگر ہوتی تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہو جاتے۔ بھلا اس قرآن کے بعد کس معجزے کی ضرورت دنیا کو رہ گئی؟ اس سے بہتر اس سے واضح اس سے صاف اس سے زیادہ دلوں میں گھر کرنے والا اور کون سا کلام ہوگا؟ اسے تو اگر بڑے سے بڑے پہاڑ پر اتاراجاتا تو وہ بھی خشیت الہی سے چکنا چور ہو جاتا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ ہر نبی کو ایسی چیز ملی کہ لوگ اس پر ایمان لائیں۔ میری ایسی چیز اللہ کی یہ وحی ہے۔ پس مجھے امید ہے کہ سب نبیوں سے زیادہ تابعداروں والا میں ہو جاؤں گا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزے ان کے ساتھ ہی چلے گئے اور میرا یہ معجزہ جیتا جاگتا رہتی دنیا تک رہے گا۔ نہ اس کے عجائبات ختم ہوں نہ یہ کثرت تلاوت سے پرانا ہوگا نہ اس سے علماء کا پیٹ بھر جائے۔ یہ فضل ہے دل لگی نہیں۔ جو سرکش اسے چھوڑ دے گا اللہ اسے توڑ دے گا جو اس کے سوا اور میں ہدایت تلاش کرے گا اسے اللہ گمراہ کر دے گا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کافروں نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا اگر آپ یہاں کے پہاڑ یہاں سے ہٹو ادیں اور یہاں کی زمین زراعت کے قابل ہو جائے اور جس طرح سلیمان علیہ السلام زمین کی کھدائی ہوا سے کراتے تھے آپ بھی کرا دیجئے یا جس

طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے آپ بھی کر دیجئے، اس پر یہ آیت اتری۔ عقادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قرآن کے ساتھ یہ امور ظاہر ہوتے تو اس تمہارے قرآن کے ساتھ بھی ہوتے۔ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا تا کہ تم سب کو آزمائے اپنے اختیار سے ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ کیا ایمان والے نہیں جانتے؟ یا بیس کے بدلے دوسری جگہ بیتیں بھی ہے۔ ایمان داران کی ہدایت سے مایوس ہو چکے تھے۔ ہاں اللہ کے اختیارات میں کسی کا بس نہیں۔ وہ اگر چاہے تمام مخلوق کو ہدایت پر کھڑا کر دے سید کفار برابر دیکھ رہے ہیں کہ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے اللہ کے عذاب برابر ان پر برستے رہتے ہیں یا ان کے آس پاس آ جاتے ہیں۔ پھر بھی یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ أَهَلَّكُنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْفُرَىٰ اِلٰحْ یعنی ہم نے تمہارے آس پاس کی بہت سی بستیوں کو ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے غارت و برباد کر دیا اور طرح طرح سے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں کہ لوگ برائیوں سے باز رہیں۔

اور آیت میں ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَأْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو گھٹاتے چلے آ رہے ہیں کیا اب بھی اپنا ہی غلبہ مانتے چلے جائیں گے؟ تَحُلُّ كَافِلٌ قَارِعَہ ہے۔ یہی ظاہر اور مطابق روانی عبارت ہے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قارعہ پنچہ یعنی چھوٹا سا لشکر اسلامی یا تو خود ان کے شہر کے قریب اتر پڑے یعنی محمد ﷺ یہاں تک کہ وعدہ ربانی آپنچے۔ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ آپ سے ہی مروی ہے کہ قارعہ سے مراد آسمانی عذاب ہے اور آس پاس اترنے سے مراد آنحضرت ﷺ کا اپنے لشکروں سمیت ان کی حدود میں پہنچ جانا ہے اور ان سے جہاد کرنا ہے۔ ان سب کا قول ہے کہ یہاں وعدہ ربانی سے مراد فتح مکہ ہے۔ لیکن حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اللہ کا وعدہ اپنے رسولوں کی نصرت و امداد کا ہے۔ وہ کبھی ٹلنے والا نہیں انہیں اور ان کے تابعداروں کو ضرور بلندی نصیب ہوگی۔ جیسے فرمان ہے فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفٌ وَعْدُهُ رُسُلُهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ یہ غلط گمان ہرگز نہ کرو کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے۔ اللہ غالب ہے اور بدلہ لینے والا۔

وَلَقَدْ اسْتَهْزِئْ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمَلَيْتَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ
اَخَذْتَهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابُ ۝۱۱۱ اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلٰى كُلِّ
نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ ۚ قُلْ سَمُّوْهُمْ اَمْ
تُنْبِئُوْنَہُمْ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظٰہِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۚ بَلْ
رٰۤیۤنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرَهُمْ وَصَدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۚ وَ مَن
يُّضِلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَہٗ مِنْ ہَادٍ ۝۱۱۲

یقیناً تجھ سے پہلے کے پیغمبروں کے ساتھ بھی مسخرائیں کیا گیا تھا اور میں نے بھی کافروں کو ڈھیل دی تھی۔ پھر انہیں پکڑ لیا تھا۔ پس میرے عذاب کی کیسی کچھ تکلیف ہوئی؟ ○ آیا وہ اللہ کے جو خبر لینے والا ہے، شخص کی اس کے کئے ہوئے اعمال پر ان لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں کہہ ذرا ان کے نام تو لے لیا تم اللہ کو وہ باتیں بتاتے ہو جو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں یا صرف اوپری اوپری باتیں بنا رہے ہو باتیں اصل یہ ہے کہ کفر کرنے والوں کو ان کے کمر بھلے بھائے گئے ہیں اور وہ صحیح راہ سے روک دیئے گئے ہیں جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کا راہ دکھانے والا کوئی نہیں ○

سچائی کا مذاق اڑانا آج بھی جاری ہے: ☆ ☆ (آیت: ۳۲) اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے غلط رویہ سے

رنج و فکر نہ کریں۔ آپ سے پہلے کے پیغمبروں کا بھی یونہی مذاق اڑایا گیا تھا۔ میں نے ان کافروں کو بھی کچھ دیر تو ڈھیل دی تھی۔ آخر خشر بری طرح پکڑ لیا تھا اور نام و نشان تک مٹا دیا تھا۔ تجھے معلوم ہے کہ کس کیفیت سے میرے عذاب ان پر آئے؟ اور ان کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ جیسے فرمان ہے۔ بہت سی بستیاں ہیں جو باوجود ظلم کے بہت دنوں دنیا میں مہلت لئے رہیں لیکن آخر خشر اپنی بد اعمالیوں کی پاداش میں عذابوں کا شکار ہوئیں۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے، پھر جب پکڑتا ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے۔ پھر آپ نے آیت وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ الْخُحْ کی تلاوت کی۔

عالم خیر و شر: ☆ ☆ (آیت ۳۳) اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کا محافظ ہے۔ ہر ایک کے اعمال کو جانتا ہے، ہر نفس پر نگہبان ہے، ہر عامل کے خیر و شر کے عمل سے باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، کوئی کام اس کی بے خبری میں نہیں ہوتا۔ ہر حالت کا اسے علم ہے، ہر عمل پر وہ موجود ہے، ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے، ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمے ہے، ہر ایک کے ٹھکانے کا اسے علم ہے، ہر بات اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے، ظاہر و باطن ہر بات کو وہ جانتا ہے، تم جہاں ہو وہاں اللہ تمہارے ساتھ ہے، تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے، ان صفوں والا اللہ کیا تمہارے ان جھوٹے خداؤں جیسا ہے جو نہ سُنیں نہ دیکھیں نہ اپنے لئے کسی چیز کے مالک نہ کسی اور کے نفع نقصان کا انہیں اختیار۔ اس جواب کو حذف کر دیا کیونکہ دلالت کلام موجود ہے۔ اور وہ فرمان الہی وَجَعَلُوا اللَّهَ شُرَكَاءَ ہے، انہوں نے اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ تم ذرا ان کے نام تو بتاؤ۔ ان کے حالات تو بیان کر دو تا کہ دنیا جان لے کہ وہ محض بے حقیقت ہیں۔ کیا تم زمین کی ان چیزوں کی خبر اللہ کو دے رہے ہو جنہیں وہ نہیں جانتا یعنی جن کا وجود ہی نہیں۔ اس لئے کہ اگر وجود ہوتا تو علم الہی سے باہر نہ ہوتا کیونکہ اس پر کوئی مخفی سے مخفی چیز بھی حقیقتاً مخفی نہیں یا صرف انکل پچو باتیں بنا رہے ہو؟ فضول گپ مار رہے ہو، تم نے آپ ان کے نام گھڑ لئے، تم نے ہی انہیں نفع و نقصان کا مالک قرار دیا اور تم نے ہی ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ یہی تمہارے بڑے کرتے رہے نہ تو تمہارے ہاتھ میں کوئی الہی دلیل ہے نہ اور کوئی ٹھوس دلیل۔ یہ تو صرف وہم پرستی اور خواہش پروری ہے۔ ہدایت اللہ کی طرف سے نازل ہو چکی ہے۔ کفار کا کمر انہیں بھلے رنگ میں دکھائی دے رہا ہے۔ وہ اپنے کفر پر اور اپنے شرک پر ہی ناز کر رہے ہیں، دن رات اسی میں مشغول ہیں اور اسی کی طرف اوروں کو بلا رہے ہیں جیسے فرمایا وَ قَبَضْنَا لَهُمْ قُرْآنًا اَلْحَ ان کے شیطانوں نے ان کی بے ذہنکیاں ان کے سامنے دکش بنادی ہیں یہ راہ الہی سے طریقہ ہدی سے روک دیئے گئے ہیں۔ ایک قرأت اس کی صَدُّوا بھی ہے یعنی انہوں نے اسے اچھا جان کر پھر اوروں کو اس میں پھانسا شروع کر دیا اور راہ رسولؐ سے لوگوں کو روکنے لگے، رب کے گمراہ کئے ہوئے لوگوں کو کون راہ دکھا سکے؟ جیسے فرمایا وَمَنْ يُّرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا جسے اللہ فتنے میں ڈالنا چاہے تو اس کے لئے مجال مداخلت نہیں رکھتا۔ اور آیت میں ہے کہ گو تو ان کی ہدایت کا لالچی ہو لیکن اللہ ان گمراہوں کو راہ دکھانا نہیں چاہتا۔ پھر کون ہے جو ان کی مدد کرے۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ
وَمَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَّاقٍ ۖ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ
تَجْرَى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ أَكْمَلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى
الَّذِينَ اتَّقَوْا ۖ وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ۖ

ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی زیادہ سخت ہے انھیں غضب اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہیں ○ اس جنت کی صفت جس کا وعدہ پرہیزگاروں کو دیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں اس کے میوے بیشکی والے ہیں اور اس کے سائے بھی ایہ ہے انجام کار پرہیزگاروں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے ○

کافر موت مانگیں گے: ☆☆ (آیت: ۳۳-۳۵) کفار کی سزا اور نیکو کار کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے۔ کافروں کا کفر و شرک بیان فرما کر ان کی سزا بیان فرمائی کہ وہ مومنوں کے ہاتھوں قتل و غارت ہوں گے اس کے ساتھ ہی آخرت کے سخت تر عذابوں میں گرفتار ہوں گے۔ جو اس دنیا کی سزا سے بدرجہا بدتر ہیں ملاعنہ کرنے والے میاں بیوی سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہی ہلکا ہے یہاں کا عذاب فانی وہاں کا باقی اور اس آگ کا عذاب جو یہاں کی آگ سے ستر حصے زیادہ تیز ہے۔ پھر قید و جوار میں بھی نہ آ سکے جیسے فرمان ہے فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ الْخ' آج اس عذاب جیسے نہ کہی کے عذاب نہ اس جیسی کسی کی قید و بند۔ فرمان ہے وَاعْتَدْنَا لِلْمَنُ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا الْخ' قیامت کے منکروں کے لئے ہم نے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے دور سے ہی انہیں دیکھتے ہی شور و غل شروع کر دے گی وہاں کے تنگ و تاریک مکانات میں۔ جب یہ جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو ہائے وائے کرتے ہوئے موت مانگنے لگیں گے۔ ایک ہی موت کیا مانگتے ہو۔ بہت سی موتیں مانگو۔ اب بتلاؤ کہ یہ ٹھیک ہے یا جنت خلد ٹھیک ہے جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے کہ وہ ان کا بدلہ ہے اور ان کا ہمیشہ رہنے کا ٹھکانا۔ پھر نیکوں کا انجام بیان فرماتا ہے کہ ان سے جن جنتوں کا وعدہ ہے اس کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اس سے چاروں طرف نہریں جاری ہیں۔ جہاں چاہیں پانی لے جائیں۔ پانی بھی نہ بگڑنے والا۔ پھر دودھ کی نہریں ہیں اور دودھ بھی ایسا جس کا مزہ کبھی نہ بگڑے اور شراب کی نہریں ہیں جس میں صرف لذت ہی لذت ہے بد مزگی نہ بے ہودہ نشا اور صاف شہد کی نہریں ہیں اور ہر قسم کے پھل ہیں اور ساتھ ہی رب کی رحمت مالک کی معرفت۔ اس کے پھل بیشکی والے اس کی کھانے پینے کی چیزیں کبھی فنا ہونے والی نہیں۔

جب آنحضرت ﷺ نے کسوف کی نماز پڑھی تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ حضور ﷺ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے کسی چیز کے گویا لینے کا ارادہ کیا تھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پچھلے پاؤں پیچھے کو ہٹنے لگے آپ نے فرمایا ہاں میں نے جنت کو دیکھا تھا اور چاہا تھا کہ ایک خوشہ توڑ لوں۔ اگر لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔ ابو بعلی میں ہے کہ ایک دن ظہر کی نماز میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ناگاہ آگے بڑھے اور ہم بھی بڑھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ نے گویا کوئی چیز لینے کا ارادہ کیا۔ پھر آپ پیچھے ہٹ آئے۔ نماز کے خاتمہ کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آج تو ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا کہ آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں میرے سامنے جنت پیش کی گئی جو تروتازگی سے مہک رہی تھی۔ میں نے چاہا کہ اس میں سے ایک خوشہ انگوڑا توڑاؤں لیکن میرے اور اس کے درمیان آڑ کر دی گئی۔ اگر میں اسے توڑا تو تمام دنیا رہتی دنیا تک اسے کھاتی رہتی اور پھر بھی ذرا سا بھی کم نہ ہوتا۔ ایک دیہاتی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا جنت میں انگوڑے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا کتنے بڑے خوشے ہوں گے؟ فرمایا اتنے بڑے کہ اگر کوئی کالا کوہ مہینہ بھرا اٹارتا ہے تو بھی اس خوشے سے آگے نہ نکل سکے۔ اور حدیث میں ہے کہ جنتی جب کوئی پھل توڑیں گے اسی وقت اس کی جگہ دوسرا لگ جائے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جنتی خوب کھائیں پیئیں گے لیکن نہ تھوکیں گے نہ ناک آئے گی نہ پیشاب نہ پاخانہ مثلاً جیسی خوشبو والا پسینہ آئے گا اور اسی سے کھانا ہضم ہو جائے گا جیسے سانس بے تکلف چلتا ہے اس طرح تسبیح و تقدیس الہام کی جائے گی (مسلم وغیرہ)

ایک اہل کتاب نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں جنتی کھائیں نہیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ ہر شخص کو کھانے پینے اور جماع اور شہوت کی اتنی قوت دی جائے گی جتنی یہاں سوا آدمیوں کو مل کر ہو۔ اس نے کہا اچھا تو جو کھائے گا پئے گا اسے پیشاب پاخانے کی بھی حاجت لگے گی پھر جنت میں گند کی کیسی؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ پسینے کے راستے سب ہضم ہو جائے گا اور وہ پسینہ مشک بو ہوگا۔ (مسند نسائی) فرماتے ہیں کہ جس پرندے کی طرف کھانے کے ارادے سے جنتی نظر ڈالے گا وہ اسی وقت بھنا بھنایا اس کے سامنے گر پڑے گا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ پھر وہ اسی طرح بحکم الہی زندہ ہو کر اڑ جائے گا۔ قرآن میں ہے وہاں بکثرت میوے ہوں گے کہ نہ کنٹیں نہ ٹوٹیں نہ ختم ہوں نہ گھٹیں سایے جھکے ہوئے شاخیں نیچی سائے بھی داغی ہوں گے جیسے فرمان ہے ایماندار نیک کردار بہتی نہروں والی جنتوں میں جائیں گے وہاں ان کے لئے پاک بیویاں ہوں گی اور بہترین لمبے چوڑے سائے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت کے ایک درخت کے سائے تلے تیز سواری والا سوار سو سال تک تیز دوڑتا ہوا جائے لیکن پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔ قرآن میں ہے سائے ہیں پھیلے اور بڑھے ہوئے۔

عموماً قرآن کریم میں جنت اور دوزخ کا ذکر ایک ساتھ آتا ہے تاکہ لوگوں کو جنت کا شوق ہو اور دوزخ سے ڈر لگے۔ یہاں بھی جنت کا اور وہاں کی چند نعمتوں کا ذکر فرما کر فرمایا کہ یہ ہے انجام پرہیزگار اور تقویٰ شعار لوگوں کا اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ جہنمی اور جنتی برابر نہیں، جنتی بامرادیں۔ خطیب دمشق حضرت بلال بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے بندو! کیا تمہارے کسی عمل کی قبولیت کا یا کسی گناہ کی معافی کا کوئی پروانہ تم میں سے کسی کو ملا؟ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم بے کار پیدا کئے گئے ہو؟ اور تم اللہ کے بس میں آنے والے نہیں ہو؟ واللہ اگر اطاعت الہی کا بدلہ دنیا میں ہی ملتا تو تم تمام نیکیوں پر جم جاتے۔ کیا تم دنیا پر ہی فریفتہ ہو گئے ہو؟ کیا اسی کے پیچھے مر مٹو گے؟ کیا تمہیں جنت کی رغبت نہیں جس کے پھل اور جس کے سائے ہمیشہ رہنے والے ہیں (ابن ابی حاتم)

وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ
وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُنْكِرُ بَعْضَهُ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ
أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ مَابِ
وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ
بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ قَوْلٍ وَلَا
وَاقٍ

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ تو جو کچھ تمہارا اتارا جاتا ہے اس سے خوش ہوتے ہیں اور دوسرے فرقے اس کی بعض باتوں کے منکر ہیں تو اعلان کر دے کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ ہی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ کروں میں اسی کی طرف بلارہا ہوں اور اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں ○ اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان اتارا ہے اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کر لی اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آچکا ہے تو نہ تو اللہ کے عذابوں سے تجھے کوئی حمایتی ملے گا اور نہ بچانے والا ○

شاداں و فرحان لوگ: ☆☆ (آیت: ۳۶-۳۷) جو لوگ اس سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور وہ اس کے عامل ہیں وہ تو اس قرآن

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمُ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۖ
وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ
كِتَابٌ ۖ يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ ۖ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ۝

ہم تجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو یوی بچوں والا بنایا تھا، کسی رسول سے نہیں ہو سکتا کہ کوئی نشانی بغیر اللہ کی اجازت کے لے آئے ہر مقررہ وعدے کی ایک لکھت ہے ○ اللہ جو چاہے ناپود کر دے اور جو چاہے ثابت رکھے لوح محفوظ اسی کے پاس ہے ○

ہر کام کا وقت مقرر ہے: ☆ ☆ (آیت: ۳۸-۳۹) ارشاد ہے کہ جیسے آپ باوجود انسان ہونے کے رسول اللہ ہیں ایسے ہی آپ سے پہلے کے تمام رسول بھی انسان ہی تھے، کھانا کھاتے تھے، بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، بیوی بچوں والے تھے۔ اور آیت میں ہے کہ اے اشرف الرسل آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰی اِلَیَّ میں بھی تم جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری طرف وحی ربانی کی جاتی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا، راتوں کو تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، گوشت بھی کھاتا ہوں اور عورتوں سے بھی ملتا ہوں۔ جو شخص میرے طریقے سے منہ موڑ لے، وہ میرا نہیں۔ مسند احمد میں آپ کا فرمان ہے کہ چار چیزیں تمام انبیاء کا طریقہ رہیں خوشبو لگانا، نکاح کرنا، مسواک کرنا اور مہندی۔ پھر فرماتا ہے کہ مجھے ظاہر کرنا کسی نبی کے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ عزوجل کے قبضے کی چیز ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو ارادہ کرتا ہے، حکم دیتا ہے۔ ہر ایک بات

مقررہ وقت اور معلوم مدت کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ ہر شے کی ایک مقدار معین ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا اللہ کو علم ہے؟ سب کچھ کتاب میں لکھا موجود ہے۔ یہ تو اللہ پر بہت ہی آسان ہے۔ ہر کتاب کی جو آسان سے اتری ہے اس کی ایک اجل ہے اور ایک مدت مقرر ہے ان میں سے جسے چاہتا ہے، منسوخ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ پس اس قرآن سے جو اس نے اپنے رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ پر نازل فرمایا ہے تمام اگلی کتابیں منسوخ ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے مٹائے، جو چاہے باقی رکھے۔ سال بھر کے امور مقرر کر دیئے لیکن اختیار سے باہر نہیں۔ جو چاہا باقی رکھا۔ جو چاہا بدل دیا۔ سوائے شقاوت، سعادت، حیات و ممات کے کہ ان سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے ان میں تغیر نہیں ہوتا۔ منصور کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ہم میں سے کسی کا یہ دعا کرنا کیسا ہے کہ الہی اگر میرا نام نیکوں میں ہے تو باقی رکھ اور اگر بدوں میں ہے تو اسے ہٹا دے اور نیکوں میں کر دے۔ آپ نے فرمایا یہ تو اچھی دعا ہے سال بھر کے بعد پھر ملاقات ہوئی یا کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا تھا تو میں نے پھر ان سے یہی بات دریافت کی آپ نے اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ مُبَارَكَةٍ سے دو آیتوں کی تلاوت کی اور فرمایا لیلۃ القدر میں سال بھر کی روزیاں، تکفیس مقرر ہو جاتی ہیں۔ پھر جو اللہ چاہے مقدم و مؤخر کرتا ہے۔ ہاں سعادت، شقاوت کی کتاب نہیں بدلتی۔ حضرت شفیق بن سلمہ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ اگر تو نے ہمیں بد بختوں میں لکھا ہے تو اسے مٹا دے اور ہماری گنتی نیکوں میں لکھ لے اور اگر تو نے ہمیں نیک لوگوں میں لکھا ہے تو اسے باقی رکھ تو جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے باقی رکھے اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے روتے روتے یہ دعا پڑھا کرتے تھے اے اللہ! اگر تو نے مجھ پر برائی اور گناہ لکھ رکھے ہیں تو انہیں مٹا دے۔ تو جسے چاہے مٹاتا ہے اور باقی رکھتا ہے۔ ام الکتاب تیرے پاس ہی ہے۔ تو اسے سعادت اور رحمت کر دے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی یہی دعا کیا کرتے تھے۔ کعب رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر ایک آیت کتاب اللہ میں نہ ہوتی تو میں قیامت تک جو امور ہونے والے ہیں سب آپ کو بتا دیتا۔ پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے۔ آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ان تمام اقوال کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر کی الٹ پلٹ اللہ کے اختیار کی چیز ہے۔ چنانچہ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز بدل نہیں سکتی اور عمر کی زیادتی کرنے والی جبرئیل کے کوئی چیز نہیں۔ نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ دعا اور قضا دونوں کی مدد بھیڑ آسمان و زمین کے درمیان ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عز و جل کے پاس لوح محفوظ ہے جو پانچ سو سال کے راستے کی چیز ہے سفید موتی کی ہے یا قوت کے دو پٹھوں کے درمیان۔ تریسٹھ بار اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرماتا ہے۔ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے، جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے، ام الکتاب اسی کے پاس ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ رات کی تین ساعتیں باقی رہنے پر دفتر کھولا جاتا ہے، پہلی ساعت میں اس دفتر پر نظر ڈالی جاتی ہے جسے اس کے سوا کوئی اور نہیں دیکھتا۔ پس جو چاہتا ہے مٹاتا ہے، جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے۔ کبھی فرماتے ہیں روزی کو بڑھانا، گھٹانا، عمر کو بڑھانا، گھٹانا اس سے مراد ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ سے یہ بات کس نے بیان کی؟ فرمایا ابوصالح نے، ان سے حضرت جابر بن عبد اللہ بن ربیع نے، ان سے نبی ﷺ نے۔ پھر ان سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو جواب دیا کہ جمعرات کے دن سب باتیں لکھی جاتی ہیں۔ ان میں سے جو باتیں جزا و سزا سے خالی ہوں نکال دی جاتی ہیں جیسے تیرا یہ قول کہ میں نے کھایا، میں نے پیامیں آیا، میں گیا وغیرہ جو سچی باتیں ہیں اور ثواب و عذاب کی چیزیں نہیں اور باقی جو ثواب و عذاب کی چیزیں ہیں وہ رکھ لی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ دو کتابیں ہیں۔ ایک میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور اللہ کے پاس ہے۔ اصل کتاب

وہی ہے۔ فرماتے ہیں، مرد اس سے وہ شخص ہے جو ایک زمانے تک تو اللہ کی اطاعت میں لگا رہتا ہے، پھر معصیت میں لگ جاتا ہے اور اسی پر مرتا ہے۔ پس اس کی نیکی محو ہو جاتی ہے اور جس کے لئے ثابت رہتی ہے۔ یہ وہ ہے جو اس وقت تو نافرمانیوں میں مشغول ہے لیکن خدا کی طرف سے اس کے لئے فرمانبرداری پہلے سے مقرر ہو چکی ہے پس آخری وقت وہ خیر پر لگ جاتا ہے اور طاعت خدا میں مرتا ہے۔ یہ ہے جس کے لئے ثابت رہتی ہے۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جسے چاہے بخشے۔ جسے چاہے نہ بخشے ابن عباسؓ کا قول ہے جو چاہتا ہے، منسوخ کرتا ہے جو چاہتا ہے تبدیل نہیں کرتا، ناسخ کا اختیار اسی کے پاس ہے اور اول بدل بھی۔ بقول قتادہؓ یہ آیت مثل آیت مانسوخ الخ کے ہے یعنی جو چاہے منسوخ کر دے جو چاہے باقی اور جاری رکھے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جب اس سے پہلے کی آیت اتری کہ کوئی رسول بغیر اللہ کے فرمان کے کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا تو قریش کے کافروں نے کہا، پھر تو محمد ﷺ بالکل بے بس ہیں۔ کام سے تو فراغت حاصل ہو چکی ہے۔ پس انہیں ڈرانے کے لئے یہ آیت اتری کہ ہم جو چاہیں تجدید کر دیں۔ ہر رمضان میں تجدید ہوتی ہے۔ پھر اللہ جو چاہتا ہے منادیتا ہے جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے روزی بھی، تکلیف بھی دیتا ہے اور تقسیم بھی۔ حسن بصری فرماتے ہیں، جس کی اجل آجائے چل بستا ہے نہ آئی ہوڑہ جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے دن پورے کر لے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ حلال و حرام اس کے پاس ہے۔ کتاب کا خلاصہ اور جزا اسی کے ہاتھ ہے۔ کتاب خود رب العلمین کے پاس ہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب سے ام الکتاب کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے مخلوق کو اور مخلوق کے اعمال کو جان لیا۔ پھر کہا کہ کتاب کی صورت میں ہو جائے ہو گیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ام الکتاب سے مراد ذکر ہے۔

وَإِنْ مَّا ثَرِيَّتِكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ تَوَفِّيْنَاكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ
الْبَلْغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا
مِمَّنْ أَظْرَفَهَا ۚ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۖ وَهُوَ سَرِيعُ
الْحِسَابِ ۝

ان سے کہے ہوئے وعدوں میں سے کوئی اگر ہم تجھے دکھا دیں یا تجھے ہم موت کر لیں تو تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہی ہے۔ حساب تو ہمارے ذمہ ہی ہے ○ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں انہیں حکم کرتا ہے کوئی اس کے احکام پیچھے ڈالنے والا نہیں وہ جلد حساب لینے والا ہے ○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد: ☆ ☆ (آیت: ۴۰-۴۱) تیرے دشمنوں پر جو ہمارے عذاب آنے والے ہیں وہ ہم تیری زندگی میں لائیں، تو اور تیرے انتقال کے بعد لائیں تو تجھے کیا؟ تیرا کام تو صرف ہمارے پیغام پہنچا دینا ہے۔ وہ تو کر چکا۔ ان کا حساب ان کا بدلہ ہمارے ہاتھ ہے۔ تو صرف انہیں نصیحت کر دے۔ تو ان پر کوئی داروغہ اور نگہبان نہیں، جو منہ پھیرے گا اور کفر کرے گا، اسے اللہ ہی بڑی سزاؤں میں داخل کر دے گا، ان کا لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے اور ان کا حساب بھی ہمارے ذمے ہے۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو تیرے قبضے میں دیتے آ رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ آباد اور عالی شان محل کھنڈر اور ویرانے بنتے جا رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ مسلمان کافروں کو دباتے چلے آ رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ برکتیں اٹھتی جا رہی ہیں، خرابیاں آتی جا رہی ہیں؟ لوگ

موتے جا رہے ہیں زمین اجڑتی جا رہی ہے۔ خود زمین ہی اگر تنگ ہوتی جاتی تو تو انسان کو چھڑ ڈالنا بھی محال ہو جاتا، مقصد انسان کا اور درختوں کا کم ہوتے رہنا ہے۔ مراد اس سے زمین کی تنگی نہیں بلکہ لوگوں کی موت ہے علماء و فقہاء اور بھلے لوگوں کی موت بھی زمین کی بربادی ہے عرب شاعر کہتا ہے۔

الارض تحيا اذا ما عاش عالمها متى يموت عالم منها يموت طرف
كالارض تحيا اذا ما الغيث حل بها و ان ابى عارفى اكنا فها التلف

یعنی جہاں کہیں جو عالم دین ہے وہاں کی زمین کی زندگی اسی سے ہے۔ اس کی موت اس زمین کی ویرانی اور خرابی ہے۔ جیسے کہ بارش جس زمین پر برے لہلہانے لگتی ہے اور اگر نہ برے تو سوکھنے اور بخر ہونے لگتی ہے۔ پس آیت میں مراد اسلام کا شرک پر غالب آنا ہے ایک کے بعد ایک ہستی کو تابع کرنا ہے جیسے فرمایا وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَىٰ اٰلِیٰہِیٰ قول امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی پسندیدہ ہے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِیْعًا یَعْلَمُ
مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ وَسَیَعْلَمُ الْكُفْرُ لِمَنْ عُقِبِ الدَّارِ ﴿۷۱﴾

ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنی مکاری میں کمی نہ کی تھی لیکن تمام تدبیریں اللہ ہی کی ہیں جو شخص جو کچھ کر رہا ہے اللہ کے علم میں ہے کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ اس جہان کی جزا کس کے لئے ہے؟ ○

کافروں کے شرمناک کارنامے: ☆ ☆ (آیت: ۴۲) اگلے کافروں نے بھی اپنے نبیوں کے ساتھ مکر کیا انہیں نکالنا چاہا اللہ نے ان کے مکر کا بدلہ لیا۔ انجام کار پر ہیز گاروں کا ہی بھلا ہوا۔ اس سے پہلے آپ کے زمانے کے کافروں کی کارستانی بیان ہو چکی ہے کہ وہ آپ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا دیس نکالا دینے کا مشورہ کر رہے تھے۔ وہ گھات میں تھے اور اللہ ان کی گھات میں تھا۔ بھلا اللہ سے زیادہ اچھی پوشیدہ تدبیر کس کی ہو سکتی ہے؟ ان کے مکر پر ہم نے بھی یہی کیا اور یہ بے خبر رہے۔ دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ یہی کہ ہم نے انہیں غارت کر دیا اور ان کی ساری قوم کو برباد کر دیا ان کے ظلم کی شہادت دینے والے ان کی غیر آباد بستیوں کے کھنڈرات ابھی موجود ہیں۔ ہر ایک کے ہر ایک عمل سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے پوشیدہ عمل دل کے ظلم کی شہادت دینے والے ان کی غیر آباد بستیوں کے کھنڈرات ابھی موجود ہیں۔ ہر ایک کے قرات الکافر بھی ہے۔ ان کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کا اچھا رہتا ہے۔ ان کا یا مسلمانوں کا۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حق والوں کو ہی غالب رکھا ہے انجام کے اعتبار سے یہی اچھے رہتے ہیں دنیا و آخرت انہی کی سنورتی ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَہِیْدًا
بَیْنِی وَبَیْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْكِتَیْبِ ﴿۷۲﴾

یہ کافر کہتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول نہیں تو جواب دے کہ مجھ میں اور تم میں اللہ گواہی دینے والا اس ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے ○

رسالت کے منکر: ☆ ☆ (آیت: ۴۳) کافر تجھے جھٹلا رہے ہیں۔ تیری رسالت کے منکر ہیں۔ تو غم نہ کر۔ کہہ دیا کہ اللہ کی شہادت کافی ہے تیری نبوت کا وہ خود گواہ ہے میری تبلیغ پر تمہاری تکذیب پر وہ شاہد ہے میری سچائی تمہاری تکذیب کو وہ دیکھ رہا ہے۔ علم کتاب جس کے

پاس ہے، اس سے مراد عبد اللہ بن سلام ہیں رضی اللہ عنہ۔ یہ قول حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے لیکن بہت غریب قول ہے اس لئے کہ یہ آیت کہ شریف میں اتری ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تو ہجرت کے بعد مدینے میں مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سے زیادہ ظاہر ابن عباس کا قول ہے کہ یہود و نصاریٰ کے حق کو عالم مراد ہیں۔ ہاں ان میں حضرت عبد اللہ بن سلام بھی ہیں اور حضرت سلمان اور حضرت تمیم داری وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ اس سے مراد بھی خود اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ اس سے انکاری تھے کہ اس سے مراد حضرت عبد اللہ بن سلام لئے جائیں کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے اور آیت کو من عندہ پڑھتے تھے۔ یہی قرأت مجاہد اور حسن بصری سے بھی مروی ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی قرأت ہے لیکن وہ حدیث ثابت نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ اسم جنس ہے۔ ہر وہ عالم جو اگلی کتاب کا عالم ہے۔ اس میں داخل ہے ان کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی صفت اور آپ کی بشارت موجود تھی۔ ان کے نبیوں نے آپ کی بابت پیش گوئی کر دی تھی۔ جیسے فرمان رب ذی شان ہے وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ یعنی میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے۔ میں اسے ان لوگوں کے نام لکھ دوں گا جو متقی ہیں۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہیں ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہیں رسول نبی امی ﷺ کی اطاعت کرنے والے ہیں جس کا ذکر اپنی کتاب تورات و انجیل میں موجود پاتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ کیا یہ بات بھی ان کے لئے کافی نہیں کہ اس کے حق ہو۔ عالم علماء بنی اسرائیل کو بھی ہے؟

ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علمائے یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراہیم و اسماعیل کی مسجد میں جا کر عید منائیں، گئے پہنچے۔ آنحضرت ﷺ یہیں تھے۔ یہ لوگ جب حج سے لوٹے تو آپ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت آپ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کے پاس تھے۔ یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبد اللہ بن سلام ہیں، کہا ہاں، فرمایا قریب۔ آؤ جب قریب گئے تو آپ نے فرمایا، کیا تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟ انہوں نے کہا، آپ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمائیے۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے۔ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور حکم دیا کہ ہو قل ہوا اللہ احد آپ نے پوری سورت پڑھ سنائی، ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھا لیا، مسلمان ہو گئے، مدینے واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے، جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینے پہنچے اس وقت آپ کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے۔ جو آپ کو خبر پہنچی اسی وقت درخت سے کود پڑے ماں کہنے لگیں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آجاتے تو تم درخت سے نہ کودتے۔ کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ ماں جی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے ختم المرسلین ﷺ کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے۔ الحمد للہ سورہ رد کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ ابراہیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الَّذِیْ كَتَبَ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلَى صِرَاطٍ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۝ اللّٰهُ الَّذِیْ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَوِیْلٌ لِّلْكَافِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ

شَدِيدٌ ۝ الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآٰخِرَةِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۖ اُولٰٓئِكَ فِي ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۝

اللہ مہربان رحم کرنے والے کے نام سے ○

یہ عالی شان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لے آئے۔ ان کے پروردگار کے حکم سے زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی راہ کی طرف ○ جس اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، منکروں کیلئے تو سخت عذاب کی خرابی ہے ○ جو آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی کو پسند رکھتے ہیں اور راہ اللہ سے روکتے رہتے ہیں اور اس میں میزھ پن پیدا کرنا چاہتے ہیں، یہی لوگ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں ○

(آیت: ۱-۳) حروف مقطعه جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کا بیان پہلے کر چکا ہے۔ اے نبی ﷺ یہ عظیم الشان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے یہ کتاب تمام کتابوں سے اعلیٰ رسول تمام رسولوں سے افضل و بالا۔ جہاں اتری وہ جگہ دنیا کی تمام جگہوں سے بہترین اور عمدہ۔ اس کتاب کا پہلا وصف یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لاسکتا ہے۔ تیرا پہلا کام یہ ہے کہ گمراہیوں کو ہدایت سے برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے۔ ایمانداروں کا حمایتی خود اللہ ہے وہ انہیں اندھیروں سے اجالے میں لاتا ہے اور کافروں کے ساتھی اللہ کے سوا اور ہیں جو انہیں نور سے ہٹا کر تاریکیوں میں پھانس دیتے ہیں۔ اللہ اپنے غلام پر اپنی روشن اور واضح نشانیاں اتارتا ہے کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے ہٹا کر نور کی طرف پہنچا دے۔ اصل ہادی اللہ ہی ہے۔ رسولوں کے ہاتھوں جن کی ہدایت اسے منظور ہوتی ہے وہ راہ پالیتے ہیں اور غیر مغلوب پر غالب زبردست اور ہر چیز پر بادشاہ بن جاتے ہیں اور ہر حال میں تعریفوں والے اللہ کی راہ کی طرف ان کی رہبری ہو جاتی ہے۔ اللہ کی دوسری قرأت اللہ بھی ہے۔ پہلی قرأت بطور صفت کے ہے اور دوسری بطور نئے جملے کے، جیسے آیت قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْخ' میں۔ جو کافر تیرے مخالف ہیں تجھے نہیں مانتے، انہیں قیامت کے دن سخت عذاب ہوں گے۔ یہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں دنیا کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں اور آخرت کو بھولے بیٹھے ہیں رسولوں کی تابعداری سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں راہ اللہ جو سیدھی اور صاف ہے اسے نیزھی ترجیحی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اسی جہالت و ضلالت میں رہیں گے لیکن راہ حق نہ نیزھی ہوئی نہ ہوگی۔ پھر ایسی حالت میں ان کی صلاحیت کی کیا امید؟

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ
اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ وَلَقَدْ
اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِآٰیٰتِنَا اَنْ اَخْرِجَ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
وَذَكِّرْهُمْ بِآٰیٰتِ اللّٰهِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

ہم نے ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے تاکہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے راہ دکھا دے وہ غلبہ والا اور حکمت والا ہے ○ یاد کر جب کہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ تو اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی میں نکال اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلایا اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک مہر شکر کرنے والے کے لئے ○

ہر قوم کی اپنی زبان میں رسول: ☆ ☆ (آیت: ۴) یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی انتہائی درجے کی مہربانی ہے کہ ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا تاکہ سمجھنے سمجھانے کی آسانی رہے۔ مسند میں ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ہر نبی رسول کو اللہ تعالیٰ نے اس کی امت کی زبان میں ہی بھیجا ہے حق ان پر کھل تو جاتا ہی ہے پھر ہدایت و ضلالت اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کے چاہنے کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ وہ غالب ہے۔ اس کا ہر کام حکمت سے ہے۔ گمراہ وہی ہوتے ہیں جو اسی کے مستحق ہوں اور ہدایت پر وہی آتے ہیں جو اس کے مستحق ہوں۔ چونکہ ہر نبی صرف اپنی اپنی قوم ہی کی طرف بھیجا جاتا رہا اس لئے اسے اس کی قومی زبان میں ہی کتاب اللہ ملتی تھی اور اس کی اپنی زبان بھی وہی ہوتی تھی۔

آنحضرت محمد بن عبد اللہ علیہ صلوات اللہ کی رسالت عام تھی۔ ساری دنیا کی سب قوموں کی طرف آپ رسول اللہ تھے جیسے خود حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھے پانچ چیزیں خصوصیت سے دی گئی ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ مہینے بھر کی راہ کی دوری پر صرف رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزہ قرار دی گئی ہے مجھ پر مال غنیمت حلال کئے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہیں تھے مجھے شفاعت سونپی گئی ہے ہر نبی صرف اپنی قوم ہی کی طرف آتا تھا اور میں تمام عام لوگوں کی طرف رسول اللہ بنایا گیا ہوں۔ قرآن یہی فرماتا ہے کہ اے نبی اعلان کر دو کہ میں تم سب کی جانب اللہ کا رسول ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔

نو (۹) نشانیاں: ☆ ☆ (آیت: ۵) جیسے ہم نے تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور تجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے کہ تو لوگوں کو تارکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے اسی طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا۔ بہت سی نشانیاں بھی دی تھیں جن کا بیان آیت وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ میں ہے۔ انہیں بھی یہی حکم تھا کہ لوگوں کو نیکیوں کی دعوت دے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں اور جہانت و ضلالت سے ہٹا کر علم و ہدایت کی طرف لے آ۔ انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا۔ کہ اللہ نے انہیں فرعون جیسے ظالم و جابر بادشاہ کی غلامی سے آزاد کیا ان کے لئے دریا کو کھڑا کر دیا ان پر ابر کا سایہ کر دیا ان پر من و سلوی اتارا۔ اور بھی بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ مسند کی مرفوع حدیث میں آیات اللہ کی تفسیر اللہ کی نعمتوں سے مروی ہے۔ لیکن ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ میں یہ روایت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے موقوف بھی آئی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے۔ ہم نے اپنے بندوں بنی اسرائیل کے ساتھ جو احسان کئے فرعون سے نجات دلوانا اس کے ذلیل عذابوں سے چھڑوانا اس میں ہر صابر و شاکر کے لئے عبرت ہے۔ جو مصیبت میں صبر کے اور راحت میں شکر کے خوگر ہیں۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اچھا بندہ وہ ہے جو سختی کے وقت صبر کرے اور نرمی کے وقت شکر کرے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: مومن کا تمام کام عجیب ہے۔ اسے مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے وہی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے راحت و آرام ملے تو شکر کرتا ہے۔ اس کا انجام بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكَ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَا زِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ وَقَالَ مُوسَى إِنَّ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

جس وقت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کے وہ احسانات یاد کرو جو اس نے تم پر کئے ہیں جب کہ اس نے تمہیں فرعونوں سے نجات دی جو تمہیں برے دکھ پہنچاتے تھے تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے اس میں تمہارے رب کی طرف سے تم پر بہت بڑی آزمائش تھی ○ جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکرگزاری کرو گے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے ○ موسیٰ نے کہا کہ اگر تم سب اور روئے زمین کے تمام انسان اللہ کی ناشکری کریں تو بھی اللہ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے ○

اولاد کا قاتل: ☆ ☆ (آیت ۶-۸) فرمان الہی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد دلارہے ہیں۔ مثلاً فرعونوں سے انہیں نجات دلوانا جو انہیں بے وقعت کر کے ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے یہاں تک کہ تمام نرینہ اولاد قتل کر ڈالتے تھے صرف لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ یہ نعمت اتنی بڑی ہے کہ تم اس کی شکرگزاری کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ مطلب بھی اس جملہ کو ہو سکتا ہے کہ فرعونی ایزد اور اصل تمہاری ایک بہت بڑی آزمائش تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں۔ واللہ اعلم جیسے فرمان ہے وَبَلَوْنَهُمْ بَلَحَسَنَاتٍ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ یعنی ہم نے انہیں بھلائی برائی سے آزمایا کہ وہ لوٹ آئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں آگاہ کر دیا۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی اپنی عزت و جلالت اور کبریائی کی جیسے آیت وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لِيُبْعَثَنَّ الرَّحْمٰنُ میں۔ پس اللہ کا حتمی وعدہ ہوا اور اس کا اعلان بھی کہ شکرگزاروں کی نعمتیں اور بڑھ جائیں گی اور ناشکروں کی نعمتوں کے منکروں اور ان کے چھپانے والوں کی نعمتیں اور چھپن جائیں گی اور انہیں سخت سزا ہوگی۔ حدیث میں ہے بندہ بوجہ گناہ کے اللہ کی روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک سائل گزرا۔ آپ نے اسے ایک کھجور دی۔ وہ بڑا بگڑا اور کھجور نہ لی۔ پھر دوسرا سائل گزرا۔ آپ نے اسے بھی وہی کھجور دی۔ اس نے اسے بخوشی لے لی اور کہنے لگا کہ اللہ کے رسول کا عطیہ ہے آپ نے اسے بیس درہم دینے کا حکم فرمایا۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے لونڈی سے فرمایا اسے لے جاؤ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چالیس درہم ہیں۔ وہ اسے دلاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم سب اور روئے زمین کی تمام مخلوق بھی ناشکری کرنے لگے تو اللہ کا کیا بگاڑے گی؟ وہ بندوں سے اور ان کی شکرگزاری سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ تعریفوں کا مالک اور قابل وہی ہے۔ چنانچہ فرمان ہے إِنَّ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ تم اگر کفر کرو تو اللہ تم سے غنی ہے اور آیت میں ہے فَكْفَرُوا أَوْ تَوَلَّوْا وَاسْتَغْنَى اللَّهُ الرَّحْمٰنُ انہوں نے کفر کیا، منہ موڑ لیا تو اللہ نے ان سے مطلقاً بے نیازی برتی۔ صحیح مسلم شریف میں قدسی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر انسان جن سب مل کر بہترین تقوے والے دل کے شخص جیسے بن جائیں تو اس سے میرا ملک ذرا سا بھی بڑھ نہ جائے گا اور اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان جن سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کا سوال پورا کر دوں تو بھی میرے پاس کے خزانوں میں اتنی ہی کمی آئے گی جتنی کہی سمندر میں سوئی ڈالنے سے ہو۔ پس ہمارا رب پاک ہے بلند ہے غنی ہے اور حمید ہے۔

الْمَ يَأْتِكُمْ نَبُوءُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ
وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا

بِمَا أَرْسَلْتُمْ بِهِ وَآنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٌ

کیا تمہارے پاس تم سے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں آئیں؟ یعنی قوم نوح کی اور عاد و ثمود کی اور ان کے بعد والوں کی جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ان کے پاس ان کے رسول معجزے لائے لیکن وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ میں پھیر لے گئے اور صاف کہہ دیا کہ جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے، ہم اس کے منکر ہیں اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلارہے ہو، ہمیں تو اس میں بڑا بھاری شبہ ہے۔ ہم اس سے خاطر جمع نہیں ہیں۔

(آیت ۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باقی وعظ بیان ہو رہا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو اللہ کی وہ نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تم سے پہلے کے لوگوں پر رسولوں کے جھٹلانے کی وجہ سے کیسے سخت عذاب آئے اور کس طرح وہ غارت کئے گئے یہ قول تو ہے امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا لیکن ہے ذرا غور طلب۔ بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ وعظ تو ختم ہو چکا۔ اب یہ نیا بیان قرآن ہے۔ کہا گیا ہے کہ عاد یوں اور ثمود یوں کے واقعات تو رات شریف میں تھے ہی نہیں تو اگر یہ بات بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہی مانی جائے تو ظاہر ہے کہ ان کے قصے یہودیوں کے سامنے بیان ہو چکے تھے اور یہ دونوں واقعات بھی تورات میں تھے۔ واللہ اعلم۔ فی الجملہ ان لوگوں کے اور ان جیسے اور بھی بہت سے لوگوں کے واقعات قرآن کریم میں ہمارے سامنے بیان ہو چکے ہیں کہ ان کے پاس اللہ کے پیغمبر اللہ کی آیتیں اور اللہ کے دیئے ہوئے معجزے لے کر پہنچے ان کی گنتی کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں، نسب کے بیان کرنے والے غلط گو ہیں۔ بہت سی امتیں ایسی بھی گزری ہیں جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ معد بن عدنان کے بعد کا نسب نامہ صحیح طور پر کوئی نہیں جانتا۔ وہ اپنے ہاتھ ان کے منہ تک لوٹا لے گئے کہ ایک معنی تو یہ ہیں کہ رسولوں کے منہ بند کرنے لگے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھنے لگے کہ محض جھوٹ ہے جو رسول کہتے ہیں۔ ایک معنی یہ ہیں کہ جواب سے لاجوار ہو کر انگلیاں منہ پر رکھ لیں، ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اپنے منہ سے انہیں جھٹلانے لگے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر فہمی معنی میں ”بے“ کے ہو جیسے بعض عرب کہتے ہیں اَدْخَلَكَ اللَّهُ بِالْحَنَّةِ یعنی فِي الْحَنَّةِ شعر میں بھی یہ محاورہ مستعمل ہے۔ اور بقول مجاہد اس کے بعد کا جملہ اسی کی تفسیر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے مارے غصے کے اپنی انگلیاں اپنے منہ میں ڈال لیں۔ چنانچہ اور آیت میں منافقین کے بارے میں ہے کہ وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَٰلِيكُمْ إِلَّا نَامِلًا مِّنَ الْغَيْطِ یہ لوگ خلوت میں تمہاری جلن سے اپنی انگلیاں چباتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ہے کہ کلام اللہ سن کر تعجب سے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ دیتے ہیں اور کہہ گزرتے ہیں کہ ہم تو تمہاری رسالت کے منکر ہیں، ہم تمہیں سچا نہیں جانتے بلکہ سخت شبہ میں ہیں۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ
مُّسَمًّى قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا
عَمَّا كَانِ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأَنْتُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ

ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ کیا حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے جو آسمان و زمین کا بنانے والا ہے وہ تو تمہیں اس لئے بلارہا ہے کہ تمہارے تمام گناہ معاف فرمادے اور ایک مقررہ وقت تک تمہیں مہلت عطا فرمائے۔ وہ کہنے لگے تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روک دو جن

کی عبادت ہمارے باپ دادے کرتے رہے، اچھا تو ہمارے سامنے کوئی کھلی سند پیش کرو ○

کفار اور انبیاء میں مکالمات: ☆☆ (آیت: ۱۰) رسولوں کی اور ان کی قوم کے کافروں کی بات چیت بیان ہو رہی ہے۔ قوم نے اللہ کی عبادت میں شک و شبہ کا اظہار کیا۔ اس پر رسولوں نے کہا اللہ کے بارے میں شک؟ یعنی اس کے وجود میں شک کیا؟ فطرت اس کی شاہد عدل ہے انسان کی بنیاد میں اس کا اقرار موجود ہے۔ عقل سلیم اس کے ماننے پر مجبور ہے۔ اچھا اگر دلیل کے بغیر اطمینان نہیں تو دیکھ لو کہ یہ آسمان و زمین کیسے پیدا ہو گئے؟ موجود کے لیے موجد کا ہونا ضروری ہے۔ انہیں بغیر نمونہ پیدا کرنے والا وہی وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اس عالم کی تخلیق تو مطیع مخلوق ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس سے کیا اتنی موٹی بات بھی سمجھ نہیں آتی؟ کہ اس کا صانع اس کا خالق ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز کا خالق و مالک اور معبود برحق ہے۔ یا کیا تمہیں اس کی الوہیت اور اس کی وحدانیت میں شک ہے؟ جب تمام موجودات کا خالق اور موجد وہی ہے تو پھر عبادت میں تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ چونکہ اکثر امتیں خالق کے وجود کے قائل تھیں، پھر اوروں کی عبادت انہیں واسطہ اور وسیلہ جان کر اللہ سے نزدیک کرنے والے اور نفع دینے والے سمجھ کر کرتی تھیں، اس لئے رسول اللہ انہیں ان کی عبادتوں سے یہ سمجھا کر روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے کہ آخرت میں تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو وقت مقدر ہے اس تک تمہیں اچھائی سے پہنچا دے۔ ہر ایک فضیلت والے کو وہ اس کی فضیلت عنایت فرمائے گا۔ اب امتوں نے پہلے مقام کو تسلیم کرنے کے بعد جواب دیا کہ تمہاری رسالت ہم کیسے مان لیں ”تم میں انسانیت تو ہم جیسی ہی ہے۔ اچھا اگر سچے ہو تو زبردست معجزہ پیش کرو جو انسانی طاقت سے باہر ہو؟

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ
يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ
بِسُلْطَنِ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٥﴾ وَمَا لَنَا
أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا
أَذِيتُمُونَا وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا
لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوْدَنَّ فِي مِلَّتِنَا
فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ﴿١٧﴾

ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا یہ تو ج ہے کہ تم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے بے حکم اللہ ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں ایمان داروں کو صرف اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ آخر کیا وجہ کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں ○ اسی نے ہمیں ہماری راہیں سمجھائی ہیں واللہ جو ایذا نہیں تم ہمیں دو گئے ہم ان پر صبر ہی کریں گے تو کل کرنے والوں کو یہی لائق ہے کہ اللہ ہی پر توکل کریں ○ کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں دیس بدر کر دیں گے یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ تو ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی غارت کر دیں گے ○

(آیت: ۱۱-۱۲) اس کے جواب میں پیغمبران رب نے فرمایا کہ یہ تو بالکل مسلم ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں۔ لیکن رعایت و نبوت

اللہ کا عطیہ ہے۔ وہ جسے چاہے دے۔ انسانیت رسالت کے منافی نہیں۔ اور جو چیز تم ہمارے ہاتھوں سے دیکھنا چاہتے ہو اس کی بسنت بھی سن

لو کہ وہ ہمارے بس کی بات نہیں ہاں ہم اللہ سے طلب کریں گے۔ اگر ہماری دعا مقبول ہوئی تو بے شک ہم دکھائیں گے۔ مومنوں کو تو ہر کام میں اللہ ہی پر توکل ہے اور خصوصیت کے ساتھ ہمیں اس پر زیادہ توکل اور ہمدردی ہے اس لئے بھی کہ اس نے تمام راہوں میں سے بہترین راہ دکھائی۔ تم جتنا چاہو دکھ دو لیکن ان شاء اللہ دامن توکل ہمارے ہاتھ سے چھوٹے گا نہیں۔ متوکلین کے گردہ کے لئے اللہ کا توکل کافی دانی ہے۔

آل لوط: ☆ ☆ (آیت: ۱۳) کافر جب تنگ ہوئے کوئی حجت باقی نہ رہی تو نبیوں کو دھمکانے لگے اور دیس نکالنے سے ڈرانے لگے۔ قوم شعیب نے بھی اپنے نبی اور مومنوں سے یہی کہا تھا کہ ہم تمہیں اپنی ہستی سے نکال دیں گے۔ لوطیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے نکال دو۔ مشرکین قریش نے بھی یہی منصوبہ باندھا تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ قید کر لو قتل کرو یا ملک سے باہر نکال دو۔ وہ اگرچہ مکر کرتے تھے لیکن اللہ بھی ان کے داؤ میں تھا۔ اپنے نبی کو سلامتی کے ساتھ مکے سے لے گیا مدینے والوں کو آپ کا انصار و مددگار بنادیا وہ آپ کے لشکر میں شامل ہو کر آپ کے جھنڈے تلے کافروں سے لڑے اور بدر تہج اللہ تعالیٰ نے آپ کو تر قیاں دیں یہاں تک کہ بالآخر آپ نے مکہ بھی فتح کر لیا اب تو دشمنان دین کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ ان کی آرزوئیں پامال ہو گئیں۔ اللہ کا دین لوگوں کے دلوں میں مضبوط ہو گیا اور تھوڑے سے زمانے میں مشرق سے مغرب تک اشاعت اسلام ہو گئی فالحمد للہ۔ یہاں فرمان ہے کہ ادھر کفار نے نبیوں کو دھمکایا ادھر اللہ نے ان سے سچا وعدہ فرمایا کہ یہی ہلاک ہوں گے۔

وَلَنُسَكِّنَنَّكُمْ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذَلِكُمْ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي
وَخَافَ وَعِيدِ ۝۵ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝۶
مَنْ وَرَّاهُ جَهَنَّمَ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ ۝۷ يَتَجَرَّعُهُ
وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ
بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝۸

اور ان کے بعد ہم خود تمہیں اس زمین میں بسائیں گے یہ ہے ان کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر نہیں اور میرے وعدے سے خوفزدہ رہیں ○ آخر فیصلے کو طلب کرنے لگے تو سرکش ہندی لوگ نامراد ہو گئے ○ اس کے سامنے دوزخ ہے جہاں وہ پیپ کا پانی پلایا جائے گا جسے بمشکل گھونٹ گھونٹ پئے گا ○ پھر بھی اسے گلے سے اتار نہ سکے گا۔ ہر جگہ سے موت آتی دکھائی دے گی لیکن وہ مرنے والا نہیں پھر اس کے پیچھے بھی سخت عذاب ہے ○

اور پھر فرمایا کہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۴-۱۵) اور تم زمین کے مالک بنو گے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہمارا کلمہ ہمارے رسولوں کے بارے میں سبقت کر چکا ہے کہ وہی کامیاب ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔ اور آیت میں ہے کَتَبَ اللَّهُ لَا غَلِبَنَا أَنَا وَرُسُلُنَا ۝۱۸ اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب آئیں گے اللہ قوت والا عزت والا ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے کہ ذکر کے بعد زبور میں بھی یہی تحریر ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا کہ تم اللہ سے مدد طلب کرو صبر و برداشت کرو زمین اللہ ہی کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنائے انجام کار پر ہمیز گاروں کا ہی ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَعَفُونَ ۝۱۸ ضعیف اور کمزور لوگوں کو ہم نے زمین کی مشرق و مغرب کا وارث بنادیا جہاں ہماری برکتیں تھیں۔ بنی اسرائیل کے صبر کی وجہ سے ہمارا ان سے جو بہترین وعدہ تھا وہ پورا ہو گیا ان کے دشمن فرعون اور فرعون کی تمام تیاریاں سب یکموت خاک میں مل گئیں۔ نبیوں سے فرمادیا گیا کہ یہ زمین تمہارے قبضے میں

آئے گی یہ وعدے ان کے لئے ہیں جو قیامت کے دن میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہیں اور میرے ڈراوے اور عذاب سے خوف کھاتے رہیں۔ جیسے فرمان باری ہے فَاَمَّا مَنْ طَغٰی اِیّٰی، یعنی جس نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور آیت میں ہے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف جس نے کیا اسے دوہری جنتیں ہیں۔ رسولوں نے اپنے رب سے مدد فتح اور فیصلہ طلب کیا یہ کہ ان کی قوم نے اسے طلب کیا جیسے قریش مکہ نے کہا تھا کہ الہی اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا اور کوئی دردناک عذاب ہمیں کر۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ادھر سے کفار کا مطالبہ ہوا ادھر سے رسولوں نے بھی اللہ سے دعا کی جیسے بدروالے دن ہوا تھا کہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ دعا مانگ رہے تھے دوسری جانب سرداران کفر بھی کہہ رہے تھے کہ الہی آج سچے کو غالب کر، یہی ہوا بھی۔ مشرکین سے کلام اللہ میں اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ تم فتح طلب کیا کرتے تھے، لو اب وہ آگئی اب بھی اگر باز آ جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے، الخ نقصان یافتہ وہ ہیں جو شکریہ ہوں، اپنے تئیں کچھ گنتے ہوں۔ حق سے عناد رکھتے ہوں تو قیامت کے روز فرمان ہوگا کہ ہر ایک کافر سرکش اور بھلائی سے روکنے والے کو جہنم داخل کرو جو اللہ کے ساتھ دوسروں کی پوجا کرتا تھا اسے سخت عذاب میں لے جاؤ۔

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا۔ وہ تمام مخلوق کو ندا کر کے کہے گی کہ میں ہر ایک سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں۔ الخ اس وقت ان بدلوگوں کا کیا ہی برا حال ہوگا جب کہ انبیاء تک اللہ کے سامنے گڑگڑا رہے ہوں گے۔ وراہیہاں پر معنی "امام" سامنے کے ہیں جیسے آیت وَكَانَ وَرَآئَهُمْ مَّלِئْکٌ مِنْہِمْ عَمَّا سَکَانَ کی قرأت ہی وَكَانَ وَرَآئَهُمْ مَّלِئْکٌ ہے غرض سامنے سے جہنم اس کی تاک میں ہوگی جس میں جا کر پھر نکلتا ناممکن ہوگا قیامت کے دن تک تو صبح شام وہ پیش ہوتی رہی۔ اب وہ ٹھکانا بن گئی۔ پھر وہاں اس کے لئے پانی کے بدلے آگ جیسا پیپ ہے اور حد سے زیادہ ٹھنڈا اور بدبودار وہ پانی ہے جو جہنمیوں کے زخموں سے رستا ہے۔ جیسے فرمایا هٰذَا فَلْيَكُوْهُ وَفُوْهُ حَمِیْمٌ وَغَسَّاقٌ الخ پس ایک گرمی میں حد سے گزرا ہوا ایک سردی میں حد سے گزرا ہوا۔ صَدِیْدٌ کہتے ہیں پیپ اور خون کو جو دو زخیوں کے گوشت سے اور ان کی کھالوں سے بہا ہوا ہوگا۔ اسی کو طینۃ الخیال بھی کہا جاتا ہے۔ مند احمد میں ہے کہ جب اس کے پاس لایا جائے گا تو اسے سخت تکلیف ہوگی، منہ کے پاس پہنچتے ہی سارے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں گر پڑے گی۔ ایک گھونٹ لیتے ہی پیٹ کی آنتیں پاخانے کے راستے باہر نکل پڑیں گی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ وہ کھولتا ہوا گرم پانی پلائے جائیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ دے اور فرمان ہے فریاد کرنے پر ان کی فریاد سی پھلے ہوئے تانبے جیسے گرم پانی سے کی جائے گی جو چہرہ چھلکا دے الخ۔ جبراً گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا، فرشتے لوہے کے گرز مار مار کر پلائیں گے بد مزگی، بد بو، حرارت، گرمی کی تیزی یا سردی کی تیزی کی وجہ سے گلے سے اترنا محال ہوگا۔ بدن میں اعضاء میں جوڑ جوڑ میں وہ درد اور تکلیف ہوگی کہ موت کا مزہ آئے لیکن موت آنے کی نہیں۔ رگ رگ پر عذاب ہے لیکن جان نہیں نکلتی۔ ایک ایک روائ ناقابل برداشت مصیبت میں جکڑا ہوا ہے لیکن روح بدن سے جدا نہیں ہو سکتی۔ آگے پیچھے دائیں بائیں سے موت آ رہی ہے لیکن آتی نہیں۔ طرح طرح کے عذاب دوزخ کی آگ گھیرے ہوئے ہے مگر موت بلائے سے بھی نہیں آتی۔ نہ موت آئے نہ عذاب جائے۔ ہر سزا ایسی ہے کہ موت کے لئے کافی سے زیادہ ہے لیکن وہاں تو موت کو موت آگئی ہے تاکہ سزا دوام والی ہوتی رہے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ پھر سخت تر، مصیبت ناک، الم افزا عذاب اور ہیں۔ جیسے قوم کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے جس کے شکوفے شیطانوں کے سروں جیسے ہیں۔ وہ اسے کھائیں گے اور پیٹ بھر کے کھائیں گے۔ پھر کھولتا ہوا تیز گرم پانی پیٹ میں جا کر اس سے ملے گا۔ پھر ان کا لوٹنا جہنم کی جانب ہے۔ الغرض، کبھی زقوم کھانے کا، کبھی جیم پینے کا، کبھی آگ میں جلنے کا، کبھی صدید پینے کا عذاب انہیں ہوتا رہے گا۔ اللہ کی پناہ۔

فرمان رب عالیشان ہے ہذہ جہنمُ الّٰی یُکذِّبُ بِہَا الْمُجْرِمُونَ الخ یہی وہ جہنم ہے جسے کافر جھٹلاتے رہے۔ آج جہنم کے اگلے ہوئے تیز گرم پانی کے درمیان وہ چکر کھاتے پھریں گے۔ اور آیت میں ہے کہ زقوم کا درخت گنگاروں کی غذا ہے جو پکھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا پیٹ میں جا کر ابلے گا اور ایسے جوش مارے گا جیسے گرم پانی کھول رہا ہو۔ اسے پکڑو اور اسے بیچ جہنم میں ڈال دو۔ پھر اس کے سر پر گرم پانی کے تریڑے کا عذاب بہاؤ مزہ چکھ۔ تو اپنے خیال میں بڑا عزیز تھا اور اکرام والا تھا یہی ہے جس سے تم ہمیشہ شک و شبہ کرتے رہے۔ سورہ واقعہ میں فرمایا کہ وہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے یہ بائیں ہاتھ والے کیسے بد لوگ ہیں گرم ہوا اور گرم پانی میں پڑے ہوئے ہوں گے اور دھوئیں کے سائے میں جو نہ ٹھنڈا نہ باعث۔ دوسری آیت میں ہے سرکشوں کے لئے جہنم کا برا ٹھکانا ہے جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ رہائش کی بدترین جگہ ہے۔ اس مصیبت کے ساتھ تیز گرم پانی اور پیپ لہو اور اسی کے ہم شکل اور بھی قسم قسم کے عذاب ہوں گے جو دوزخیوں کو بھگتنے پڑیں گے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہو گا نہ کہ اللہ کا ظلم۔

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ
فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ۚ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَى شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ
الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
بِالْحَقِّ ۚ اِنْ يَّشَآءِ يَذْهَبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ وَ
مَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝

ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے پالنے والے سے کفر کیا ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے جو بھی انہوں نے کیا اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بہترین تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لائے ۝ اللہ پر یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں ۝

بے سود اعمال: ☆ ☆ (آیت: ۱۸) کافر جو اللہ کے ساتھ دوسروں کی عبادتوں کے خوگر تھے پیغمبروں کی نہیں مانتے تھے جن کے اعمال ایسے تھے جیسے بنیاد بغیر کی عمارت ہو جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت ضرورت کے وقت خالی ہاتھ کھڑے رہ گئے۔ پس فرمان ہے کہ ان کافروں کی یعنی ان کے اعمال کی مثال قیامت کے دن جب کہ یہ پورے محتاج ہوں گے سمجھ رہے ہوں گے کہ اب ابھی ہماری بھلائیوں کا بدلہ ہمیں ملے گا لیکن کچھ نہ پائیں گے مایوس رہ جائیں گے حسرت سے منہ بٹکنے لگیں گے جیسے تیز آندھی والے دن ہوا راکھ کو اڑا کر ذرہ ادھر ادھر بکھیر دے اسی طرح ان کے اعمال ٹھنڈے ہو گئے۔ جیسے اس نکھری ہوئی اور اڑی ہوئی راکھ کا جمع کرنا محال ایسے ہی ان کے بے سود اعمال کا بدلہ محال۔ وہ تو وہاں ہوں گے ہی نہیں۔ ان کے آنے سے پہلے ہی ہبائے مثنوڑا ہو گئے۔ فرمان رب ہے مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ اَلْحٍ يَّهْبُ فَاِذَا مَسَّهَا رِيْحٌ مِّنْ غَيْرِهَا اُثْرٌ مِّنْهَا ۚ وَكَذٰلِكَ هُم مَّخْرُجُونَ ۚ (سورہ بقرہ: ۲۰) یہ کفار جو کچھ اس حیات دنیا میں خرچ کرتے رہتے ہیں اس کی مثال اس آگ کے گولے جیسی ہے جو ظالموں کی کھیتی جھلسا دے۔ اللہ ظالم نہیں لیکن وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے رہتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ ایمان والو! اپنے صدقے خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر برباد نہ کرو جیسے وہ جو ریا کاری کے لئے خرچ کرتا ہو اور اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو اس کی مثال اس چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی تھی لیکن بارش کے پانی نے اسے دھو دیا۔ اب وہ بالکل صاف ہو گیا۔ یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کافروں

کی رہبری نہیں فرماتا۔ اس آیت میں ارشاد ہوا کہ یہ دور کی گمراہی ہے۔ ان کی کوشش ان کے کام بے پایہ اور بے ثبات ہیں، سخت حاجت مندی کے وقت ثواب گم پائیں گے۔ یہی انتہائی بد قسمتی ہے۔

حیات ثانیہ: ☆☆ (آیت ۱۹-۲۰) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ قیامت کے دن کی دوبارہ پیدائش پر میں قادر ہوں۔ جب میں نے آسمان و زمین کی پیدائش کر دی تو انسان کی پیدائش مجھ پر کیا مشکل ہے۔ آسمان کی اونچائی، کشادگی، بڑائی پھر اس میں ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستارے اور یہ زمین، پہاڑوں، جنگلوں، درختوں اور حیوانوں والی سب اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے جو ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا وہ کیا مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے۔ سورہ یاسین میں فرمایا کہ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا۔ پھر وہ جھگڑا لو بن بیٹھا۔ ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگا۔ اپنی پیدائش بھول گیا اور کہنے لگا، 'ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ کہہ دے کہ وہی اللہ جس نے انہیں اول بار پیدا کیا وہ ہر چیز کی پیدائش کو بخوبی جانتا ہے۔ اسی نے سبز درخت سے تمہارے لئے آگ بنائی ہے کہ تم اسے جلاتے ہو۔ کیا آسمان و زمین کا خالق ان جیسوں کی پیدائش پر قادر نہیں؟ بے شک ہے وہی بڑا خالق اور بہت بڑا عالم ہے اس کے ارادے کے بعد اس کا صرف اتنا حکم بس ہے کہ ہو جا۔ اسی وقت وہ ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تمہارا سب کالوٹنا ہے۔ اس کے قبضے میں ہے کہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق تمہارے قائم مقام یہاں آباد کر دے۔ اس پر یہ کام بھی تمہاری نہیں، تم اس کے امر کا خلاف کرو گے تو یہی ہو گا جیسے فرمایا، اگر تم منہ موڑ لو گے تو وہ تمہارے بدلے اور قوم لائے گا جو تمہاری طرح کی نہ ہوگی۔ اور آیت میں ہے اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائے گا جو اس کی پسندیدہ ہوگی اور اس سے محبت رکھنے والی ہوگی۔ اور جگہ ہے اگر وہ چاہے تمہیں برباد کر دے اور دوسرے لائے۔ اللہ اس پر قادر ہے۔

وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعُفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا
اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ
اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ قَالُوا لَوْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَهَدٰيْنٰكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْنَا
اَجَزَعْنَا اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ ۝۱۹

سب کے سب اللہ کے سامنے روبرو کھڑے ہوں گے۔ اس وقت کمزور لوگ بڑائی والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابعدار تھے تو کیا تم اللہ کے عذابوں میں سے کچھ عذاب ہم سے دور کر سکتے والے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم بھی ضرور تمہاری رہنمائی کرتے! اب تو ہم پر بے قراری کرنا اور صبر کرنا دونوں ہی برابر ہے ہمارے لئے کوئی چھٹکارا نہیں ○

چیلن میدان اور مخلوقات: ☆☆ (آیت ۲۱) صاف چیلن میدان میں ساری مخلوقات نیک و بد اللہ کے سامنے موجود ہوگی۔ اس وقت جو لوگ ماتحت تھے ان سے کہیں گے جو سردار اور بڑے تھے اور جو انہیں اللہ کی عبادت اور رسول کی اطاعت سے روکتے تھے کہ ہم تمہارے تابع فرمان تھے جو حکم تم دیتے تھے ہم بجالاتے تھے۔ جو تم فرماتے تھے ہم مانتے تھے۔ پس جیسے کہ تم ہم سے وعدے کرتے تھے اور ہمیں تمنا کیے دلاتے تھے کیا آج اللہ کے عذابوں کو ہم سے ہٹاؤ گے؟ اس وقت یہ پیشوا اور سردار کہیں گے کہ ہم تو خود راہ راست پر نہ تھے۔ تمہاری رہبری کیسے کرتے؟ ہم پر اللہ کا کلمہ سبقت کر گیا عذاب کے مستحق ہم سب ہو گے۔ اب نہ ہائے وائے اور نہ بے قراری نفع دے اور نہ صبر و برداشت۔

عذاب کے بچاؤ کی تمام صورتیں ناپید ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن زید فرماتے ہیں کہ دوزخی لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ مسلمان اللہ کے سامنے روتے دھوتے تھے۔ اس وجہ سے وہ جنت میں پہنچے آؤ ہم بھی اللہ کے سامنے روئیں گڑ گڑائیں۔ خوب روئیں پٹیں گے۔ چلائیں گے لیکن بے سود رہے گا تو کہیں گے جنتیوں کے جنت میں جانے کی ایک وجہ صبر کرنا تھی۔ آؤ ہم بھی خاموشی اور صبر اختیار کریں اب ایسا صبر کریں گے کہ ایسا صبر کبھی دیکھا نہیں گیا لیکن یہ بھی لا حاصل رہے گا۔ اس وقت کہیں گے ہائے صبر بھی بے سود اور بے قراری بھی بے نفع۔ ظاہر تو یہ ہے کہ پیشواؤں اور تابعداروں کی یہ بات چیت جہنم میں جانے کے بعد ہوگی جیسے آیت **وَإِذْ يَتَحَفَّضُ جُحُومٌ فِي النَّارِ** الخ جب کہ وہ جہنم میں جھگڑیں گے اس وقت ضعیف لوگ تکبر والوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے ماتحت تھے تو کیا آگ کے کسی حصہ سے تم ہمیں نجات دلا سکو گے؟ وہ تکبر لوگ کہیں گے ہم تو سب جہنم میں موجود ہیں۔ اللہ کے فیصلے بندوں میں ہو چکے ہیں۔ اور آیت میں ہے **قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ** الخ فرمانے گا کہ جاؤ ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ جو انسان جنات تم سے پہلے جہنم میں پہنچ چکے ہیں۔ جو گروہ جائے گا وہ دوسرے کو لعنت کرتا جائے گا۔ جب سب کے سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے پہلوں کی نسبت جناب باری میں عرض کریں گے کہ پروردگار ان لوگوں نے ہمیں تو بہکا دیا۔ انہیں دو ہر عذاب کر۔ جواب ملے گا کہ ہر ایک کو دو ہر ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اور اگلے پچھلوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں تھی۔ اپنے کئے ہوئے کاموں کے بدلے کا عذاب چکھو۔ اور آیت میں ہے کہ وہ کہیں گے **رَبَّنَا إِنَّا أَعْطَيْنَا سَادَتَنَا وَكُجَرَاءَنَا** الخ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے پیشواؤں اور بڑوں کی اطاعت کی جنہوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا اے ہمارے پالنہار! تو انہیں دہرا عذاب کر اور بڑی لعنت کر یہ لوگ محشر میں بھی جھگڑیں گے۔ فرمان ہے **إِذَا الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ** الخ کاش کہ تو دیکھتا جب کہ ظالم لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے ہوں گے تابعدار لوگ اپنے بڑوں سے کہتے ہوں گے کہ کیا ہدایت آ جانے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روک دیا؟ نہیں بلکہ تم تو آپ گنہگار بدکار تھے۔ یہ کمزور لوگ پھر ان زور آوروں سے کہیں گے کہ تمہارے رات دن کے داؤ گھات اور ہمیں یہ حکم دینا کہ ہم اللہ سے کفر کریں اس کے شریک ٹھہرائیں اب سب لوگ پوشیدہ طور پر اپنی اپنی جگہ نادم ہو جائیں گے جب کہ عذابوں کو سامنے دیکھ لیں گے۔ ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا۔

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۷ وَأَدْخِلِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۝۱۸

جب کہ کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تو تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کئے تھے ان کا خلاف کیا میرا تم پر کوئی دباؤ تھا ہی نہیں ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے تئیں ملامت کرو نہ میں تمہارا فریادرس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے شریک اللہ مانتے رہے یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے ○ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ ان جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے جیسے جاری ہیں جہاں انہیں پیٹھگی ہوگی اپنے رب کے حکم سے جہاں ان کا تھکا سلا م ہی سلام ہوگا ○

طوطا چشم دشمن شیطان: ☆☆ (آیت: ۲۲-۲۳) اللہ تعالیٰ جب بندوں کی قضا سے فارغ ہوگا مومن جنت میں اور کافر دوزخ میں پہنچ جائیں گے اس وقت ابلیس ملعون جہنم میں کھڑا ہو کر ان سے کہے گا کہ اللہ کے وعدے سچے اور برحق تھے رسولوں کی تابعداری میں ہی نجات اور سلامتی تھی میرے وعدے تو دھوکے تھے۔ میں تو تمہیں غلط راہ پر ڈالنے کے لئے سبز باغ دکھایا کرتا تھا میری باتیں بے دلیل تھیں میرا کلام بے حجت تھا۔ میرا کوئی زور غلبہ تم پر نہ تھا۔ تم تو خواہ مخواہ میری ایک آواز پر دوڑ پڑے۔ میں نے کہا تم نے مان لیا بولوں کے سچے وعدے ان کی بادلیل آواز ان کی کامل حجت والی دلیلیں تم نے ترک کر دیں۔ ان کی مخالفت اور میری موافقت کی۔ جس کا نتیجہ آج اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا۔ یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا بدلہ ہے۔ مجھے ملامت نہ کرنا بلکہ اپنے نفس کو ہی الزام دینا گناہ تمہارا اپنا ہے۔ تم نے دلیلیں چھوڑیں تم نے میری بات مانی آج میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا نہ تمہیں بچا سکوں نہ نفع پہنچا سکوں۔ میں تو تمہارے شرک کے باعث تمہارا منکر ہوں۔ میں صاف کہتا ہوں کہ میں شریک الہ نہیں۔ جیسے فرمان الہی ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُمْ شَيْءٌ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّهُمْ لَعَالٍ غَافِلُونَ اور ان کی عبادت کے منکر بن جائیں۔ اور آیت میں ہے كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ اِنْ يَفْقَهُنَا وَهَ لَوْ كُنَّا لَكُنَّا لَعَالٍ غَافِلِينَ اس کی عبادتوں سے منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے یہ ظالم لوگ ہیں اس لئے کہ حق سے منہ پھیر لیا باطل کے پیروکار بن گئے ایسے ظالموں کے لئے المناک عذاب ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ ابلیس کا یہ کلام دوزخیوں سے دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگا۔ تا کہ حسرت و افسوس میں اور بڑھ جائیں۔ لیکن ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب اگلوں پچھلوں کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور ان میں فیصلے کر دے گا فیصلوں کے وقت عام گھبراہٹ ہوگی۔ مومن کہیں گے ہم میں فیصلے ہو رہے ہیں اب ہماری سفارش کے لئے کون کھڑا ہوگا؟ پس حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے نبی امی ﷺ کے پاس پہنچو چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے۔ مجھے کھڑا ہونے کی اللہ تبارک و تعالیٰ اجازت دے گا اسی وقت میری مجلس سے پاکیزہ تیز اور عمدہ خوشبو پھیلے گی کہ اس سے بہتر اور عمدہ خوشبو کبھی کسی نے نہ سونگی ہوگی۔ میں چل کر رب العالمین کے پاس آؤں گا میرے سر کے بالوں سے لے کر میرے پیر کے انگوٹھے تک نورانی ہو جائے گا۔ اب میں سفارش کروں گا اور جناب حق تبارک و تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ یہ دیکھ کر کافر لوگ کہیں گے کہ چلو بھی ہم بھی کسی کو سفارشی بنا کر لے چلیں اور اس کے لئے ہمارے پاس سوائے ابلیس کے اور کون ہے؟ اسی نے ہم کو بہکایا تھا۔ چلو اسی سے عرض معروض کریں۔ آئیں گے ابلیس سے کہیں گے کہ مومنوں نے تو شفیع پالیا۔ اب تو ہماری طرف سے شفیع بن جا۔ اس لئے کہ ہمیں گمراہ بھی تو نے ہی کیا ہے۔ یہ سن کر یہ ملعون کھڑا ہوگا۔ اس کی مجلس سے ایسی گندی بدبو پھیلے گی کہ اس سے پہلے کسی ناک میں ایسی بدبو نہ پہنچی ہو۔ پھر وہ کہے گا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب جہنمی اپنا صبر اور بے صبری یکساں بتلائیں گے اس وقت ابلیس ان سے یہ کہے گا اس وقت وہ اپنی جانوں سے بھی بے زار ہو جائیں گے نہ آئے گی کہ تمہاری اس وقت کی اس بے زاری سے بھی زیادہ بے زاری

اللہ کی تم سے اس وقت تھی جب کہ تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر کرتے تھے۔ عامر شعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمام لوگوں کے سامنے اس دن دو شخص خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لینا۔ اور آیتیں ہذا یَوْمَ یَنْفَعُ الصَّادِقِينَ الْإِخْ، تک اسی بیان میں ہیں اور ابلیس کھڑا ہو کر کہے گا۔ مَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِخْ۔ برے لوگوں کے انجام کا اور ان کے درد و غم اور ابلیس کے جواب کا ذکر فرما کر اب نیک لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ ایمان دار نیک اعمال لوگ جنتوں میں جائیں گے۔ جہاں چاہیں جائیں آئیں چلیں پھریں کھائیں پیئیں ہمیشہ ہمیش کے لئے وہیں رہیں۔

یہاں نہ آزرده ہوں نہ دل بھرے نہ طبیعت بھرے نہ مارے جائیں نہ نکالے جائیں نہ نعمتیں کم ہوں۔ وہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہوگا جیسے فرمان ہے حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ هَا فَتَبَحَتْ أَبْوَابُهَا الْإِخْ، یعنی جب جنتی جنت میں جائیں گے اور اس کے دروازے ان کے لئے کھولے جائیں گے اور وہاں کے داروغہ انہیں سلام علیک کہیں گے، اِخْ اور آیت میں ہے ہر دروازے سے ان کے پاس فرشتے آئیں گے اور سلام علیکم کہیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ وہاں تحسینہ اور سلام ہی سنائے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ان کی پکار وہاں اللہ کی پاکیزگی کا بیان ہوگا اور ان کا تحفہ وہاں سلام ہوگا۔ اور ان کی آخر آواز اللہ رب العالمین کی حمد ہوگی۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۚ تُؤْتِي أَكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۚ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ۖ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۚ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات کی مثال کس طرح بیان فرمائی، مثل ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں ○ جو اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرما رہا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اور ناپاک بات کی مثال گندے درخت جیسی ہے جو زمین کے کچھ ہی اوپر سے اکھاڑ لیا گیا اسے کچھ مضبوطی تو ہے ہی نہیں ○

لا الہ الا اللہ کی شہادت: ☆ ☆ (آیت ۲۳-۲۶) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کلمہ طیبہ سے مراد لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے۔ پاکیزہ درخت کی طرح کا مومن ہے۔ اس کی جڑ مضبوط ہے۔ یعنی مومن کے دل میں لا الہ الا اللہ جما ہوا ہے اس کی شاخ آسمان میں ہے۔ یعنی اس کی توحید کے کلمہ کی وجہ سے اس کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ اور بھی بہت مفسرین سے یہی مروی ہے کہ مراد اس سے مومن کے اعمال ہیں اور اس کے پاک اقوال اور نیک کام۔ مومن مثل کھجور کے درخت کے ہے۔ ہر وقت ہر صبح ہر شام اس کے اعمال آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور کا ایک خوشہ لایا گیا۔ تو آپ نے اسی آیت کا پہلا حصہ تلاوت فرمایا اور فرمایا کہ پاک درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ہم آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جو آپ نے فرمایا مجھے بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے۔ جس کے پتے نہیں جھڑتے نہ جازوں میں نہ گرمیوں میں۔ جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے دل میں آیا کہ وہ درخت کھجور کا ہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابو بکرؓ ہیں، حضرت عمرؓ ہیں اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپکا ہو رہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ درخت کھجور کا ہے۔ جب یہاں سے اٹھ کر چلے تو میں نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا پیارے بچے اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تو تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ شریف تک حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہا لیکن سوائے ایک حدیث کے اور کوئی روایت انہیں رسول اللہ ﷺ سے کرتے ہوئے نہیں سنا۔ اس میں ہے کہ یہ سوال آپ نے اس وقت کیا جب آپ کے سامنے کھجور کے درخت کے بیج کا گودالا یا گیا تھا۔ میں اس لیے خاموش رہا کہ میں اس مجلس میں سب سے کم عمر تھا۔ اور روایت میں ہے کہ جواب دینے والوں کا خیال اس وقت جنگلی درختوں کی طرف چلا گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ مالدار لوگ درجات میں بہت بڑھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو اگر تمام دنیا کی چیزیں لے کر انبار لگا دو تو بھی وہ آسمان تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ تجھے ایسا عمل بتلاؤ جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں اس نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَتُحْبَبُ اللَّهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ہر فرض نماز کے بعد دس بار کہہ لیا کرو جس کی اصل مضبوط اور جس کی فرع آسمان میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ پاکیزہ درخت جنت میں ہے۔ ہر وقت اپنا پھل لائے یعنی صبح شام یا ہر ماہ میں یا ہر دو ماہ میں یا ششماہی میں یا ہر ساتویں مہینے یا ہر سال۔ لیکن الفاظ کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ مومن کی مثال اس درخت جیسی ہے جس کے پھل ہر وقت جازے گرمی میں دن رات میں اترتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مومن کے نیک اعمال دن رات کے ہر وقت چڑھتے رہتے ہیں۔ اس کے رب کے حکم سے یعنی کامل اچھے بہت اور عمدہ۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت ان کی سوچ سمجھ اور ان کی نصیحت کے لئے مثال واضح فرماتا ہے۔ پھر برے کلمہ کی یعنی کافر کی مثال بیان فرمائی۔ جس کی کوئی اصل نہیں جو مضبوط نہیں اس کی مثال اندرائن کے درخت سے دی۔ جسے حنظل اور شریان کہتے ہیں۔ ایک موقوف روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی آیا ہے اور یہ روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔ اس درخت کی جڑ زمین کی تہہ میں نہیں ہوتی۔ جھٹکا مارا اور اکھڑ آیا۔ اسی طرح سے کفر بے جڑ اور بے شاخ ہے کافر کا نہ کوئی نیک عمل چڑھے نہ مقبول ہو۔

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۝۱۷

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کئی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ہاں نا انصاف لوگوں کو اللہ بھکا دیتا ہے۔ اللہ جو چاہے

کر گزرے ○

ایمان والوں کے لئے اللہ کی مدد: ☆☆ (آیت: ۲۷) صحیح بخاری شریف میں ہے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ مسلمان سے جب اس کی قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ہیں۔ یہی مراد اس آیت کی ہے۔ مسند میں ہے کہ ایک انصاری کے جنازے میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ قبرستان پہنچے۔ ابھی تک قبر تیار نہ تھی۔ آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے آس

پاس ایسے بیٹھ گئے گویا ہمارے سر دل پر پرند ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں جوتکا تھا، اس سے آپ زمین پر لکیریں نکال رہے تھے جو سراٹھا کر دو تین مرتبہ فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ چاہو، بندہ جب دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نورانی چہرے والے فرشتے آتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج جیسے ہیں، ان کے ساتھ جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے۔ اس کے پاس جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آ کر اس کے سر حانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں، اے پاک روح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس کی رضا مندی کی طرف چل، وہ اس آسانی سے نکل آتی ہے جیسے کسی مشک سے پانی کا قطرہ ٹپ آیا ہو۔ ایک آنکھ چپکنے کے برابر کی دیر ہی میں وہ فرشتے اسے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے فوراً لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ خود اس روح میں سے بھی مشک سے بھی عمدہ خوشبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر ایسی عمدہ خوشبو نہ سونگھی گئی ہو۔ وہ اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں، وہ پوچھتے ہیں کہ یہ پاک روح کس کی ہے؟ یہ اس کا جو بہترین نام دنیا میں مشہور تھا، وہ بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی۔ آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازے کھلواتے ہیں۔ آسمان کا دروازہ کھل جاتا ہے اور وہاں کے فرشتے اسے دوسرے آسمان تک اور دوسرے آسمان سے تیسرے آسمان تک۔

اسی طرح ساتویں آسمان پر وہ پہنچتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندے کو کتاب علین میں لکھ لو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو۔ میں نے اسی سے اسے پیدا کیا ہے اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔ پس اس کی روح اسی کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام۔ پھر سوال کرتا ہے کہ وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ یہ کہتا ہے، وہ رسول اللہ تھے۔ فرشتے پوچھتے ہیں، تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے کتاب اللہ پڑھی۔ اس پر ایمان لایا، اے سچا مانا۔ اسی وقت آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے۔ اس کے لئے جنتی فرش، بچھا دو اور جنتی لباس پہنا دو اور جنت کی طرف کا دروازہ کھول دو۔ پس جنت کی روح پرور خوشبودار ہواؤں کی پلٹیں اسے آنے لگتی ہیں۔ اس کی قبر بقدر دراز گی نظر کے وسیع کر دی جاتی ہے۔ اس کے پاس ایک شخص خوبصورت نورانی چہرے والا عمدہ کپڑوں والا اچھی خوشبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے، آپ خوش ہو جائیے۔ اسی دن کا وعدہ آپ دیئے جاتے تھے۔ یہ اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرے سے بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اس وقت مسلمان آرزو کرتا ہے کہ یا اللہ قیامت جلد قائم ہو جائے تو میں اپنے اہل و عیال اور ملک و مال کی طرف لوٹ جاؤں۔

اور کا فر بندہ جب دنیا کی آخری ساعت اور آخرت کی اول ساعت میں ہوتا ہے، اس کے پاس سیاہ چہرے کے آسمانی فرشتے آتے ہیں اور ان کے ساتھ جہنمی ٹاٹ ہوتا ہے جہاں تک نگاہ پہنچے وہاں تک وہ بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر حضرت ملک الموت علیہ السلام آ کر اس کے سر ہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں۔ اے خبیث روح اللہ تعالیٰ کے غضب و قہر کی طرف چل۔ اس کی روح جسم میں جھپٹی پھرتی ہے جسے بہت سختی کے ساتھ نکالا جاتا ہے۔ اسی وقت ایک آنکھ چپکنے جتنی دیر میں اسے فرشتے ان کے ہاتھوں سے لے لیتے ہیں اور اس جہنمی بورے میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس میں سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ بدبو نہیں پائی گئی۔ اب یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں، وہ پوچھتے ہیں، یہ خبیث روح کس کی ہے؟ وہ اس کا بدترین نام جو دنیا میں تھا بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی۔ آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں لیکن کھولا نہیں جاتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آیت لَا تَنْتَبِعْ لَهُمْ أَبَوَابُ السَّمَاءِ الخ کی تلاوت فرمائی کہ نہ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھلیں نہ وہ جنت میں جا سکیں یہاں تک کہ سوئی کے نا کے میں

سے اونٹ گزر جائے۔ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اس کو کتاب تحنین میں لکھ لو جو سب سے نیچے کی زمین میں ہے۔ پس اس کی روح وہیں پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے آیت وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ اَنْحًا کی تلاوت فرمائی یعنی اللہ کے ساتھ جو شرک کرے گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔ یا تو اسے پرند اچک لے جائیں گے یا آندھی اسے کسی دور کے گڑھے میں پھینک مارے گی۔ پھر اس کی روح اسی جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے پہنچتے ہیں جو اسے اٹھا بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے مجھے نہیں معلوم۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے اس کا بھی علم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں وہ کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے۔ ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ اسی وقت آسمان سے ایک منادی کی ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹا ہے اس کے لئے جہنم کی آگ کا فرش کر دو اور دوزخ کی جانب کا دروازہ کھول دو وہیں سے اسے دوزخی ہوا اور دوزخ کا جھوٹا پہنچتا رہتا ہے اور اس کی قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ بڑی بری اور ڈراؤنی صورت والا بڑے میلے کچیلے خراب کپڑوں والا بڑی بد بو والا ایک شخص اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اب غمناک ہو جاؤ۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے برائی برستی ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرے بد اعمال کا مجسمہ ہوں۔ تو یہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ قیامت قائم نہ ہو۔ (ابوداؤد نسائی، ابن ماجہ وغیرہ)

مسند میں ہے کہ نیک بندے کی روح نکلنے کے وقت آسمان وزمین کے درمیان کے فرشتے اور آسمان کے فرشتے سب اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور آسمانوں کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں ہر دروازے کے فرشتوں کی دعا ہوتی ہے کہ اس کی پاک اور نیک روح ان کے دروازے سے چڑھائی جائے انخ اور برے شخص کے بارے میں اس میں ہے کہ اس کی قبر میں ایک اندھا بہرا گونگا فرشتہ مقرر ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔ اس سے وہ اسے مارتا ہے۔ یہ مٹی ہو جاتا ہے اسے اللہ عزوجل پھر لوٹاتا ہے۔ جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ وہ اسے پھر وہی گرز مارتا ہے۔ یہ ایسا چیختا ہے کہ اس کی چیخ کو سوائے انسانوں اور جن کے ہر کوئی سنتا ہے۔

قبر کا عذاب: ☆☆ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اسی آیت سے قبر کے عذاب کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، مرد اس سے قبر کے سوالوں کے جواب میں مومن کو استقامت کا ملنا ہے۔ مسند عبد بن حمید میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں: جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے لوگ منہ پھیرتے ہیں ابھی ان کی واپسی کی چال کی جوتیوں کی آہٹ اس کے کانوں ہی میں ہے جو دو فرشتے اس کے پاس پہنچ کر اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ مومن جواب دیتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اسے کہا جاتا ہے کہ دیکھ جہنم میں تیرا یہ ٹھکانا تھا۔ لیکن اب اسے بدل کر اللہ نے جنت کی یہ جگہ تجھے عنایت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسے دونوں جگہ نظر آتی ہیں۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اس کی قبر ستر گز چوڑی کر دی جاتی ہے اور قیامت تک سر سبزی سے بھری رہتی ہے مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس امت کی آزمائش ان کی قبروں میں ہوتی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ مومن اس وقت آرزو کرتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں اپنے لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دوں۔ وہ کہتے ہیں۔ ٹھہر جاؤ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ منافق کو بھی اس کی دونوں جگہیں دکھادی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہر شخص جس پر مرا ہے اسی پر اٹھایا جاتا ہے۔ مومن اپنے ایمان پر منافق اپنے نفاق پر۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ فرشتہ جو آتا ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا ہوتا ہے مومن اللہ کی معبودیت اور توحید کی

اور محمد ﷺ کی عبدیت اور رسالت کی گواہی دیتا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اپنا جنت کا مکان دیکھ کر اس میں جانا چاہتا ہے۔ لیکن اسے کہا جاتا ہے ابھی یہیں آرام کرو۔ اس کے آخر میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ جب ایک فرشتے کو ہاتھ میں گرز لئے دیکھیں گے تو حواس کیسے قائم رہیں گے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی۔ یعنی اللہ کی طرف سے انہیں ثابت قدمی ملتی ہے۔ اور حدیث میں ہے روح نکلنے کے وقت مومن سے کہا جاتا ہے کہ اے اطمینان والی روح جو پاک جسم میں تھی، نکل تعریفوں والی ہو کر اور خوش ہو جا۔ راحت و آرام اور پھل پھول اور رحیم و کریم اللہ کی رحمت کے ساتھ۔ اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس روح کو مر جاکتے ہیں اور یہی خوشخبری سناتے ہیں۔ اس میں ہے کہ برے انسان کی روح کو کہا جاتا ہے کہ اے خبیث روح جو خبیث جسم میں تھی، نکل بری بن کر اور تیار ہو جا آگ جیسا پانی پینے کے لئے اور لہو پیپ کھانے کے لئے اور اسی جیسے اور بے شمار عذابوں کے لئے۔ اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس کے لئے دروازہ نہیں کھولتے اور کہتے ہیں بری ہو کر مذمت کے ساتھ لوٹ جا۔ تیرے لئے دروازے نہیں کھلیں گے۔

اور روایت میں ہے کہ آسمانی فرشتے نیک روح کے لئے کہتے ہیں اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جس میں تو تھی۔ یہاں تک کہ اسے اللہ عز و جل کے پاس پہنچاتے ہیں۔ وہاں سے ارشاد ہوتا ہے کہ اسے آخری مدت تک کے لئے لے جاؤ۔ اس میں ہے کہ کافر کی روح کی بدبو کا بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک اپنی ناک پر رکھ لی۔ اور روایت میں ہے کہ رحمت کے فرشتے مومن کی روح کے لئے جنتی سفیر ریشم لے کر اترتے ہیں۔ ایک ایک کے ہاتھ سے اس روح کو لینا چاہتا ہے۔ جب یہ پہلے کے مومنوں کی ارواح سے ملتی ہے تو جیسے کوئی نیا آدمی سفر سے آئے اور اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں اس سے زیادہ یہ روحیں اس روح سے مل کر راضی ہوتی ہیں۔ پھر پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ابھی سوال جواب نہ کرو۔ ذرا آرام تو کر لینے دو۔ یہ تو غم سے ابھی ہی چھوٹی ہے۔ لیکن وہ جواب دیتی ہے کہ وہ تو مر گیا۔ کیا تمہارے پاس نہیں پہنچا؟ وہ کہتے ہیں چھوڑو۔ اس کے ذکر کو۔ وہ اپنی اماں ہادیہ میں گیا۔ اور روایت میں ہے کہ کافر کی روح کو جب زمین کے دروازے کے پاس لاتے ہیں تو وہاں کے داروغہ فرشتے اس کی بدبو سے گھبراتے ہیں۔ آخر اسے سب سے نیچے کی زمین میں پہنچاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں جاہن میں اور کافروں کی روحیں برصوت نامی حضرت موت کے قید میں جمع رہتی ہیں۔ اس کی قبر بہت تنگ ہو جاتی ہے۔ ترمذی میں ہے کہ میت کے قبر میں رکھے جانے کے بعد اس کے پاس دو سیاہ فام کیری آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ایک منکر دوسرا نکیر۔ اس کے جواب کو سن کر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں علم تھا کہ تم ایسے ہی جواب دو گے۔ پھر اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے اور نورانی بنادی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے سو جا۔ یہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں سے کہوں گا۔ لیکن وہ دونوں کہتے ہیں کہ دہن کی سی بے فکری کی نیند سو جا۔ جسے اس کے اہل میں سے وہی جگا تا ہے جو اسے سب سے زیادہ پیارا ہو۔ یہاں تک کہ اللہ خود اسے اس خواب گاہ سے جگائے۔ منافق جواب میں کہتا ہے کہ لوگ جو کچھ کہتے تھے میں بھی کہتا رہا لیکن جانتا نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم تو جانتے ہی تھے کہ تیرا یہ جواب ہوگا۔ اسی وقت زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ سمٹ جا۔ وہ سمٹتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر گھس جاتی ہیں۔ پھر اسے عذاب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرے اور اسے اس کی قبر سے اٹھائے۔

اور حدیث میں ہے کہ مومن کے جواب پر کہا جاتا ہے کہ اسی پر تو جیا۔ اسی پر تیری موت ہوئی اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔ ابن جریر میں فرمان رسول کریم ﷺ ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میت تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے جب کہ تم اسے دفنا کر واپس لوٹتے ہو۔ اگر وہ ایمان پر مرا ہے تو نماز اس کے سر ہانے ہوتی ہے زکوٰۃ دائیں جانب ہوتی ہے روزہ بائیں طرف ہوتا ہے۔ نیکیاں مثلاً

صدقہ خیرات، صلہ رحمی، بھلائی، لوگوں سے احسان وغیرہ اس کے پیروں کی طرف ہوتے ہیں۔ جب اس کے سر کی طرف سے کوئی آتا ہے تو نماز کہتی ہے یہاں سے جانے کی جگہ نہیں۔ دائیں طرف سے زکوٰۃ روکتی ہے۔ بائیں طرف سے روزہ پیروں کی طرف سے اور نیکیاں، پس اس سے کہا جاتا ہے بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے ایسا معلوم دیتا ہے کہ گویا سورج ڈوبنے کے قریب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھو جو ہم پوچھیں اس کا جواب دو۔ وہ کہتا ہے تم چھوڑو پہلے میں نماز ادا کر لوں۔ وہ کہتے ہیں وہ تو تو کرے گا ہی۔ ابھی تو ہمیں ہمارے سوالوں کا جواب دے۔ وہ کہتا ہے اچھا تم کیا پوچھتے ہو؟ وہ کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے اور کیا شہادت دیتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کیا حضرت محمد ﷺ کے بارے میں؟ جواب ملتا ہے کہ ہاں آپ ہی کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں، آپ اللہ کے پاس سے ہمارے پاس دلیلیں لے کر آئے، ہم نے آپ کو سچا مانا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اسی پر زندہ رکھا گیا اور اسی پر مراد اور ان شاء اللہ اسی پر دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ پھیلا دی جاتی ہے اور نورانی کردی جاتی ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے دیکھ یہ ہے تیرا اصلی ٹھکانا۔ اب تو اسے خوشی اور راحت ہی راحت ہوتی ہے۔ پھر اس کی روح پاک روحوں میں سبز پرندوں کے قالب میں جنتی درختوں میں رہتی ہے اور اس کا جسم جس سے اس کی ابتدا کی گئی تھی اس کا جسم جس سے اس کی ابتدا کی گئی تھی اسی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے یعنی مٹی کی طرف۔ یہی اس آیت کا مطلب ہے۔

اور روایت میں ہے کہ موت کے وقت کی راحت و نور کو دیکھ کر مومن اپنے روح سے نکل جانے کی تمنا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی ملاقات محبوب ہوتی ہے۔ جب اس کی روح آسمان پر چڑھ جاتی ہے تو اس کے پاس مومنوں کی اور روحیں آتی ہیں اور اپنی جان پہچان کے لوگوں کی بابت اس سے سوالات کرتی ہیں۔ اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو مر چکا ہے تو یہ ناراض ہو کر کہتے ہیں یہاں نہیں لایا گیا۔ مومن کو اس کی قبر میں بیٹھا دیا جاتا ہے۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ اسی میں ہے کہ اللہ کے دشمن کو جب موت آئے لگتی ہے اور یہ اللہ کی ناراضگی کے اسباب دیکھ لیتا ہے تو نہیں چاہتا کہ اس کی روح نکلے۔ اللہ بھی اس کی ملاقات سے ناخوش ہوتا ہے۔ اس میں ہے کہ اسے سوال و جواب اور مار پیٹ کے بعد کہا جاتا ہے ایسا سو جیسے سانپ کٹا ہوا۔ اور روایت میں ہے کہ جب یہ حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے کیسے معلوم ہو گیا؟ کیا تو نے آپ کے زمانہ کو پایا ہے؟ اس میں ہے کہ کافر کی قبر میں ایسا بہرا فرشتہ عذاب کرنے والا ہوتا ہے کہ جو نہ کبھی سنے نہ رحم کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ موت کے وقت مومن کے پاس فرشتے آکر سلام کرتے ہیں، جنت کی بشارت دیتے ہیں، اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں، لوگوں کے ساتھ اس کے جنازے کی نماز میں شرکت کرتے ہیں۔ اس میں ہے کافروں کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ ان کے چہروں پر ان کی کسر پر مار مارتے ہیں۔ اسے اس کی قبر میں جواب بھلا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظالموں کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے۔

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسا ہی قول مروی ہے۔ اس میں ہے کہ مومن کہتا ہے کہ میرے نبی حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کئی دفعہ اس سے سوال ہوتا ہے اور یہ یہی جواب دیتا ہے۔ اسے جہنم کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ اگر تیرا چلتا تو تیری یہ جگہ تھی۔ اور جنت کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ توبہ کی وجہ سے یہ ٹھکانا ہے۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دین میں ثابت قدمی کلمہ توحید پر استقامت ہے۔ اور آخرت میں ثابت قدمی منکر نکیر کے جواب کی ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں خیر اور عمل صالح کے ساتھ دنیا میں رکھے جاتے ہیں اور قبر میں بھی۔ ابو عبد اللہ حکیم ترمذی اپنی کتاب نوادر الاصول میں لائے ہیں کہ صحابہؓ کی جماعت کے پاس آکر حضور ﷺ نے مدینہ کی مسجد میں فرمایا کہ گذشتہ رات میں نے عجیب باتیں دیکھیں۔ دیکھا کہ میرے ایک امتی کو عذاب قبر نے گھیر رکھا ہے۔ آخر اس کے

وضو نے آ کر اسے چھڑا لیا، میرے ایک امتی کو دیکھا کہ شیطان اسے وحشی بنائے ہوئے ہے لیکن ذکر اللہ نے آ کر اسے خلاصی دلوائی۔ ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیر رکھا ہے اس کی نماز نے آ کر اسے بچا لیا ہے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہے جب حوض پر جاتا ہے دھکے لگتے ہیں۔ اس کا روزہ آیا اور اس نے اسے پانی پلا دیا۔ اور آسودہ کر دیا۔ آپ نے ایک اور امتی کو دیکھا کہ انبیاءِ حلقے باندھ باندھ کر بیٹھے ہیں یہ جس حلقے میں بیٹھنا چاہتا ہے وہاں والے اس کو اٹھا دیتے ہیں۔ اسی وقت اس کی جنابت کا غسل آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس بٹھا دیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ چاروں طرف سے اسے اندھیرا گھیرے ہوئے ہے اور اوپر نیچے سے بھی وہ اسی میں گھرا ہوا ہے جو اس کا حج اور عمرہ آیا اور اسے اس اندھیرے میں سے نکال کر نور میں پہنچا دیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے کلام کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس سے بولتے نہیں اسی وقت صلہ رحمی آئی اور اعلان کیا کہ اس سے بات چیت کرو چنانچہ وہ بولنے چالنے لگے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ اپنے منہ پر سے آگ کے شعلے ہٹانے کو ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ اتنے میں اس کی خیرات آئی اور اس کے منہ پر پردہ اور اوٹ ہو گئی اور اس کے سر پر سایہ بن گئی۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے ہر طرف سے قید کر لیا ہے۔ لیکن اس کا نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا آیا اور ان کے ہاتھوں سے چھڑا کر رحمت کے فرشتوں سے ملا دیا۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ گھنٹوں کے بل گرا ہوا ہے اور اللہ میں اور اس میں حجاب ہے۔ اس کے اچھے اخلاق آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے پاس پہنچا آئے۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کی بائیں طرف سے آ رہا ہے لیکن اس کے خوفِ الہی نے آ کر اسے اس کے سامنے کر دیا۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر لڑھکنیاں کھا رہا ہے کہ اس کا مجھ پر درود پڑھنا آیا اور ہاتھ تھام کر سیدھا کر دیا۔ اور وہ پارا تر گیا۔ ایک کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر پہنچا لیکن دروازہ بند ہو گیا۔ اسی وقت لا الہ الا اللہ کی شہادت پہنچی دروازے کھلوادے اور اسے جنت میں پہنچا دیا۔ قرطبیؒ اس حدیث کو وارد کر کے فرماتے ہیں یہ حدیث بہت بڑی ہے اس میں ان مخصوص اعمال کا ذکر ہے جو مخصوص مصیبتوں سے نجات دلوانے والے ہیں (تذکرہ)

اسی بارے میں حافظ ابویعلیٰ موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک غریب مطول حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے تو میرے دوست کے پاس جا۔ میں نے اسے آسانی اور سختی دونوں طرح سے آزمایا۔ ہر ایک حالت میں اسے اپنی خوشی میں خوش پایا۔ تو جا اور اسے میرے پاس لے آ کہ میں اسے ہر طرح کا آرام و عیش دوں۔ ملک الموت علیہ السلام اپنے ساتھ پانچ سو فرشتوں کو لے کر چلتے ہیں۔ ان کے پاس جنتی کفن وہاں کی خوشبو اور ریحان کے خوشے ہوتے ہیں جس کے سرے پر بیس رنگ ہوتے ہیں ملک الموت علیہ السلام تو اس کے سہرہ ہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرشتے اس کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ جو کچھ جنتی تحفہ ہے وہ اس کے اعضاء پر رکھ دیا جاتا ہے اور سفید ریشم اور مخمک اذفراس کی ٹھوڑی تلے رکھ دیا جاتا ہے اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کی روح کبھی جنتی پھولوں سے، کبھی جنتی لباسوں سے، کبھی جنتی پھلوں سے اس طرح بہلائی جاتی ہے جیسے روتے ہوئے بچہ کو لوگ بہلاتے ہیں۔ اس وقت اس کی حوریں ہنس ہنس کر اس کی چاہت کرتی ہیں روح ان مناظر کو دیکھ کر بہت جلد جسمانی قید سے نکل جانے کا قصد کرتی ہے ملک الموت فرماتے ہیں ہاں اے پاک روح بغیر کانٹے کی بیروں کی طرف اور لدے ہوئے کیلوں کی طرف اور لمبی لمبی چھاؤں کی طرف اور پانی کے جھرنوں کی طرف چل۔ واللہ ماں جس قدر بچے پر مہربان ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ ملک الموت اس پر شفقت و رحمت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اسے علم ہے کہ یہ محبوب الہی ہے۔ اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میرے رب کی ناراضگی مجھ پر ہوگی۔ بس اس طرح اس روح کو اس جسم سے الگ کر لیتا ہے جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال۔ انہیں کے بارے میں فرمان الہی ہے کہ ان کی روح کو پاک فرشتے فوت کرتے ہیں۔

اور جگہ فرمان ہے کہ اگر وہ مقررین میں سے ہے تو اس کے لئے آرام و آسائش ہے۔ یعنی موت آرام کی اور آسائش کی ملنے والی اور دنیا کے بدلے کی جنت ہے۔ ملک الموت کے روح کو قبض کرتے ہی روح جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل تجھے جزائے خیر دے۔ تو اللہ کی اطاعت کی طرف جلدی کرنے والا اور اللہ کی معصیت سے دیر کرنے والا تھا۔ تو نے آپ بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلوائی۔ جسم بھی روح کو ایسا ہی جواب دیتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جن پر یہ عبادت الہی کرتا تھا اس کے مرنے سے چالیس دن تک روتے ہیں۔ اسی طرح آسمان کے وہ کل دروازے جن سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے اور جن سے اس کی روزیاں اترتی تھیں اس پر روتے ہیں۔ اس وقت وہ پانچ سو فرشتے اس جسم کے ارد گرد کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے نہلانے میں شامل رہتے ہیں انسان اس کی کروٹ بدلے اس سے پہلے خود فرشتے بدل دیتے ہیں اور اسے نہلا کر انسانی کفن سے پہلے اپنا ساتھ لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں۔ ان کی خوشبو سے پہلے اپنی خوشبو لگا دیتے ہیں اور اس کے گھر کے دروازے سے لے کر اس کی قبر تک دوطرفہ صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے لئے استغفار کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت شیطان اس زور سے رنج کے ساتھ چیختا ہے کہ اس کے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں اور کہتا ہے میرے لشکر یو تم برباد ہو جاؤ ہائے یہ تمہارے ہاتھوں سے کیسے بچ گیا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو معصوم تھا۔ جب اس کی روح کو لے کر ملک الموت چڑھتے ہیں تو حضرت جبریل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لے کر اس کا استقبال کرتے ہیں۔ ہر ایک اسے جداگانہ بشارت الہی سناتا ہے یہاں تک کہ اس کی روح عرش الہی کے پاس پہنچتی ہے۔ وہاں جاتے ہی جہنم میں گر پڑتی ہے۔

اسی وقت جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو بغیر کانٹوں کی بیروں میں اور تہہ بہ تہہ کیلوں کے درختوں میں اور لمبے لمبے سایوں میں اور بہتے پانیوں میں جگہ دو۔ پھر جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو دائیں طرف نماز کھڑی ہو جاتی ہے بائیں جانب روزہ کھڑا ہو جاتا ہے سر کی طرف قرآن آ جاتا ہے نمازوں کو چل کر جانا پیروں کی طرف ہوتا ہے ایک کنارے صبر کھڑا ہو جاتا ہے۔ عذاب کی ایک گردن لپکتی آتی ہے لیکن دائیں جانب سے نماز اسے روک دیتی ہے کہ یہ ہمیشہ چوکنا رہا۔ اب اس قبر میں آ کر ذرا راحت پائی ہے۔ وہ بائیں طرف سے آتی ہے۔ یہاں سے روزہ بھی کہہ کر اسے آنے نہیں دیتا سر ہانے سے آتی ہے یہاں سے قرآن اور ذکر یہی کہہ کر آڑے آتے ہیں۔ وہ پانچویں سے آتی ہے۔ یہاں اسے اس کا نمازوں کے لئے چل کر جانا اسے روک دیتا ہے۔ غرض چاروں طرف سے اللہ کے محبوب کے لئے روک ہو جاتی ہے اور عذاب کو کہیں سے راہ نہیں ملتی۔ وہ واپس چلا جاتا ہے۔ اس وقت صبر کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ اگر تم سے ہی یہ عذاب دفع ہو جائے تو مجھے بولنے کی کیا ضرورت؟ ورنہ میں بھی اس کی حمایت کرتا۔ اب میں پل صراط پر اور میزان کے وقت اس کے کام آؤں گا۔ اب دوفرشتے بھیجے جاتے ہیں۔ ایک کو نکیر کہا جاتا ہے دوسرے کو منکر۔ یہ اچک لے جانے والی بجلی جیسے ہوتے ہیں ان کے دانت سیبہ جیسے ہوتے ہیں۔ ان کے سانس سے شعلے نکلے ہیں۔ ان کے بال پیروں تلے لٹکتے ہوتے ہیں۔ ان کے دو کندھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہوتی ہے۔ ان کے دل نرمی اور رحمت سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ہتھوڑے ہوتے ہیں کہ اگر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر جمع ہو کر اسے اٹھانا چاہیں تو ناممکن۔ وہ آتے ہی اسے کہتے ہیں اٹھ کر بیٹھ۔ یہ اٹھ کر سیدھے طرح بیٹھ جاتا ہے۔ اس کا کفن اس کے پہلو پر آ جاتا ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ صحابہ سے نہ رہا گیا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ایسے ڈراؤنے فرشتوں کو کون جواب دے سکے گا؟ آپ نے اسی آیت یثبت اللہ الخ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا وہ بے جھجک جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے اور میرا دین اسلام ہے جو فرشتوں کا بھی دین ہے اور میرے نبی محمد ہیں جو خاتم الانبیاء تھے (ﷺ) وہ کہتے ہیں آپ نے صحیح جواب دیا۔ اب تو وہ اس کے لئے اس کی قبر کو اس کے آگے سے اس کے دائیں سے اس کے

بائیں سے اس کے پیچھے سے اس کے سر کی طرف سے اس کے پاؤں کی طرف سے چالیس چالیس ہاتھ کشادہ کر دیتے ہیں۔ وہ سو ہاتھ کی وسعت کر دیتے ہیں اور چالیس ہاتھ کا احاطہ کر دیتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں اپنے اوپر نظریں اٹھا یہ دیکھتا ہے کہ جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں اے اللہ کے دوست چونکہ تو نے اللہ کی بات مان لی تیری منزل یہ ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اس وقت جو سرور و راحت اس کے دل کو ہوتی ہے وہ لازوال ہوتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے اب اپنے نیچے کی طرف دیکھ۔ یہ دیکھتا ہے کہ جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں۔ دیکھ اس سے اللہ نے تجھے ہمیشہ کے لئے نجات بخشی۔ پھر تو اس کا دل اتنا خوش ہوتا ہے کہ یہ خوشی ابد الابد تک ہمتی نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے لئے ستر دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں جہاں سے باد صبا کی لپٹیں خوشبو اور ٹھنڈک کے ساتھ آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ اسے اللہ عزوجل اس کی اس خواب گاہ سے قیامت کے قائم ہو جانے پر اٹھائے۔ اسی اسناد سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ برے بندے کے لئے ملک الموت سے فرماتا ہے جا اور اس میرے دشمن کو لے آ۔ اسے میں نے زندگی میں برکت دے رکھی تھی۔ اپنی نعمتیں عطا فرما رکھی تھیں لیکن پھر بھی میری نافرمانیوں سے نہ بچا اسے لے آتا کہ میں اس سے انتقام لوں اسی وقت حضرت ملک الموت علیہ السلام اس کے سامنے انتہائی بد اور ذراؤنی صورت میں آتے ہیں ایسی کہ کسی نے اتنی بھیانک اور گھناؤنی صورت نہ دیکھی ہو۔ بارہ آنکھیں ہوتی ہیں جہنم کا خاردار لباس ساتھ ہوتا ہے پانچ سو فرشتے جو جہنمی آگ کے انگارے اور آگ کے کوڑے اپنے ساتھ لئے ہوئے ہوتے ہیں ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ملک الموت وہ خاردار کھال جو جہنم کی آگ کی ہے اس کے جسم پر مارتے ہیں روئیں روئیں میں آگ کے کانٹے گھس جاتے ہیں پھر اس طرح گھماتے ہیں کہ اس کا جوڑ جوڑ ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ پھر اس کی روح اس کے پاؤں کے انگوٹھوں سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال ڈال دیتے ہیں اس وقت اللہ کا دشمن بے ہوش ہو جاتا ہے۔ پس ملک الموت اسے اٹھا لیتے ہیں۔ فرشتے اپنے جہنمی کوڑے اس کے چہرے پر اور پیٹھ پر مارتے ہیں۔ پھر ملک الموت اسے دبوچتے ہیں اور اس کی روح اس کی ایزبوں کی طرف سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں پھر اسے تہہ بند باندھنے کی جگہ پر ڈال دیتے ہیں۔ یہ دشمن رب اس وقت پھر بے تاب ہو جاتا ہے۔ فرشتہ موت پھر اس بے ہوشی کو اٹھا لیتا ہے اور فرشتے جہنمی انگاروں کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ملک الموت علیہ السلام فرماتے ہیں اے لعین و ملعون روح چل سینک میں اور جھلٹے پانی اور کالے سیاہ دھوئیں کے غبار میں جس میں نہ تو خشکی ہے نہ اچھی جگہ۔ جب یہ روح قبض ہو جاتی ہے تو اپنے جسم سے کہتی ہے اللہ تجھ سے سبھے تو مجھے اللہ کی نافرمانیوں کی طرف بھگائے لئے جارہا تھا۔ خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی برباد کیا۔ جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جہاں یہ اللہ کی معصیت کرتا تھا اس پر لعنت کرنے لگتے ہیں۔

شیطان لنگر دوڑتا ہوا شیطان کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے آج ایک کو جہنم میں پہنچا دیا۔ اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں پسلیاں دائیں گھس جاتی ہیں۔ کالے ناگ بجتی اونٹوں کے برابر اس کی قبر میں بھیجے جاتے ہیں جو اس کے کانوں اور اس کے پاؤں کے انگوٹھوں سے اسے ڈسنا شروع کرتے ہیں اور اوپر پڑھتے آتے ہیں یہاں تک کہ وسط جسم میں مل جاتے ہیں۔ دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جن کی آنکھیں تیز بجلی جیسی جن کی آواز گرج جیسی جن کے دانت درندے جیسے جن کے سانس آگ کے شعلے جیسے جن کے بال پیروں کے نیچے تک جن کے دو مونڈھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہے جن کے دل میں رحمت و رحم کا نام و نشان بھی نہیں۔ جن کا نام ہی منکر نکیر ہے جن کے ہاتھ میں لوہے کے اتنے بڑے تھوڑے ہیں جنہیں ربیعہ اور معضل کر بھی نہیں اٹھا سکتے۔ وہ اسے کہتے ہیں اٹھ بیٹھ یہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے اور تہہ باندھنے کی جگہ اس کا کفن اُڑتا ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا

ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے مجھے تو کچھ خبر نہیں وہ کہتے ہیں ہاں نہ تو نے معلوم کیا نہ تو نے پڑھا۔ پھر اس زور سے اسے تھوڑا مارتے ہیں کہ اس کے شرارے اس کی قبر کو پر کر دیتے ہیں۔ پھر لوٹ کر اس سے کہتے ہیں اپنے اوپر کو دیکھ۔ یہ ایک کھلا ہوا دروازہ دیکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں واللہ اگر تو اللہ کا فرمانبردار رہتا تو تیری یہ جگہ تھی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں اب تو اسے وہ حسرت ہوتی ہے جو کبھی اس کے دل سے جدا نہیں ہونے کی۔ پھر وہ کہتے ہیں اب اپنے نیچے دیکھ وہ دیکھتا ہے کہ ایک دروازہ جہنم کا کھلا ہوا ہے فرشتے کہتے ہیں اے دشمن رب چونکہ تو نے اللہ کی مرضی کے خلاف کام کئے ہیں اب تیری جگہ یہ ہے واللہ اس وقت اس کا دل رنج اور افسوس سے بیٹھ جاتا ہے۔ جو صدمہ اسے کبھی بھولنے کا نہیں اس کے لئے ستر دروازے جہنم کھل جاتے ہیں جہاں سے گرم ہوا اور بھاپ اسے ہمیشہ ہی آیا کرتی ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ اٹھا بٹھائے۔ یہ حدیث بہت غریب ہے اور یہ سیاق بہت عجیب ہے اور اس کا راوی یزید قاضی جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیچے کا راوی ہے اس کی غرائب و منکرات بہت ہیں اور ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف الروایت ہے واللہ اعلم۔ ابو داؤد میں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی شخص کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہرے جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی طلب کرو اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے حافظ ابن مردویہ نے فرمان باری وَلَوْ تَرَىٰ إِذَا الظَّالِمُونَ فِيْ غَمْرَاتِ الْمَوْتِ اِلٰحَ کی تفسیر میں ایک بہت لمبی حدیث وارد کی ہے۔ بھی غرائب سے پر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحْلَوْا قَوْمَهُمْ
دَارَ الْبَوَارِ ۚ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وِ بَشَرِ الْاَنْفَرَارِ ۚ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ
اَنْدَادًا لِّيَصْلُوْا عَنْ سَبِيْلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى
النَّارِ ۚ

کیا تو نے ان کی طرف نظر نہیں ڈالی جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا ○ یعنی دوزخ ہے جس میں یہ سب جائیں گے جو بدترین ٹھکانہ ہے ○ انہوں نے اللہ کے ہم سر بنا لئے کہ لوگوں کو راہ اللہ سے بہکا دیں تو کہہ دے کہ خیر عزے کرلو۔ تمہاری بازگشت تو آخر جہنم ہی ہے ○

منافقین قریش: ☆ ☆ (آیت: ۲۸-۳۰) صحیح بخاری میں ہے الم تر معنی میں الم تعلم کے ہے یعنی کیا تو نہیں جانتا۔ بوار کے معنی ہلاکت کے ہیں باریور بوار سے بوار کے معنی ہلاکین کے ہیں۔ مراد ان لوگوں سے بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار اہل مکہ ہیں۔ اور قول ہے کہ مراد اس سے جبلہ بن ابیہم اور اس کی اطاعت کرنے والے وہ عرب ہیں جو رومیوں سے مل گئے تھے لیکن مشہور اور صحیح قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اول ہی ہے۔ گو الفاظ اپنے عموم کے اعتبار سے تمام کفار پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر اور کل لوگوں کے لئے نعمت بنا کر بھیجا ہے۔ جس نے اس رحمت و نعمت کی قدر دانی کی وہ جنتی ہے اور جس نے ناقدری کی وہ جہنمی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک قول حضرت ابن عباس کے پہلے قول کی موافقت میں مروی ہے ابن کوا کے جواب میں آپ نے یہی فرمایا تھا کہ یہ بدر کے دن کے کفار قریش ہیں۔

اور روایت میں ہے کہ ایک شخص کے سوال پر آپ نے فرمایا اس سے منافقین قریش ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ کیا مجھ سے قرآن کی بابت کوئی کچھ بات دریافت نہیں کرتا؟ واللہ میرے علم میں اگر آج کوئی مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہوتا تو چاہے وہ سمندروں پار ہوتا لیکن میں ضرور اس کے پاس پہنچتا۔ یہ سن کر عبد اللہ بن کو اکھڑا ہو گیا اور کہا یہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمان الہی ہے کہ انہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدلا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا 'یہ مشرکین قریش ہیں۔ ان کے پاس اللہ کی نعمت ایمان پہنچی لیکن اس نعمت کو انہوں نے کفر سے بدل دیا۔ اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ اس سے مراد قریش کے دو فاجر ہیں بنو امیہ اور بنو مغیرہ۔ بنو مغیرہ نے اپنی قوم کو بدر میں لاکھڑا کیا اور انہیں ہلاکت میں ڈالا اور بنو امیہ نے احد والے دن اپنے والوں کو غارت کیا۔ بدر میں ابو جہل تھا اور احد میں ابوسفیان اور ہلاکت کے گھر سے مراد جہنم ہے۔ اور روایت میں ہے کہ بنو مغیرہ تو بدر میں ہلاک ہوئے اور بنو امیہ کو کچھ دنوں کا فائدہ مل گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی مروی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا 'یہ دونوں قریش کے بدکار ہیں۔ میرے ماموں اور تیرے چچا میری میال والے تو بدر کے دن ناپید ہو گئے اور تیرے چچا والوں کو اللہ نے مہلت دے رکھی ہے۔ یہ جہنم میں جائیں گے جو بری جگہ ہے۔ انہوں نے خود شرک کیا، دوسروں کو شرک کی طرف بلایا۔ اے نبی ﷺ تم ان سے کہہ دو کہ دنیا میں کچھ کھاپی لو، پہن اوڑھ لو، آ خر ٹھکانہ تو تمہارا جہنم ہے۔ جیسے فرمان ہے، ہم انہیں یونہی سا آرام دے دیں گے۔ پھر سخت عذابوں کی طرف بے بس کر دیں گے۔ دنیاوی نفع اگر چہ ہو گا لیکن لوٹیں گے تو ہماری ہی طرف۔ اس وقت ہم انہیں ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب کریں گے۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ يُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خِلَالٍ ﴿۵۱﴾

میرے ایمان دار بندوں سے کہہ دے کہ نمازوں کو قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے۔ اس میں سے کچھ نہ کچھ پوشیدہ اور ظاہر خرچ بھی کرتے رہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی اور محبت ○

احسان اور احسن سلوک : ☆ ☆ (آیت ۳۱) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا اور اپنے حق ماننے کا اور مخلوق الہی سے احسان و سلوک کرنے کا حکم دے رہا ہے فرماتا ہے کہ نماز برابر پڑھتے رہیں جو اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت ہے اور زکوٰۃ ضرور دیتے رہیں۔ قرابت داروں کو بھی اور انجان لوگوں کو بھی۔ اقامت سے مراد وقت کی حد کی رکوع کی خشوع کی سجدے کی حفاظت کرنا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی روزی اس کی راہ میں پوشیدہ اور کھلے طور پر اس کی خوشنودی کے لئے اور دن کو بھی دینی چاہئے تاکہ اس دن نجات ملے جس دن کوئی خرید و فروخت نہ ہو گی نہ کوئی دوستی آشنائی ہوگی۔ کوئی اپنے آپ بطور فدیے کے بیچنا بھی چاہے تو بھی ناممکن جیسے فرمان ہے فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا یعنی آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ اور بدلہ نہ لیا جائے گا۔ وہاں کسی کی دوستی کی وجہ سے کوئی چھوٹے گا نہیں بلکہ وہاں عدل و انصاف ہی ہوگا۔ غلال مصدر ہے۔ امراء القیس کے شعر میں بھی یہ لفظ ہے۔ دنیا میں لین دین محبت دوستی کام آجاتی ہے لیکن وہاں یہ چیز اگر اللہ کے لئے نہ ہو تو محض بے سود رہے گی۔ کوئی سوداگری کوئی شاسا وہاں کام نہ آئے گا۔ زمین بھر کر سونا فدیے میں دینا چاہے لیکن روہے۔ کسی کی دوستی کسی کی سفارش کافر کو کام نہ دے گی۔ فرمان ربانی ہے وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا اس دن کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرو جس دن کوئی کسی کو کچھ کام نہ آئے گا نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائے گا نہ کسی کو کسی کی شفاعت نفع دے گی

نکوئی کسی کی مدد کر سکے گا۔ فرمان ہے یَاٰلِہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاتِیَ یَوْمٌ لَا یَبِیْعُ فِیْہِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْکٰفِرُوْنَ هُمْ الظّٰلِمُوْنَ اِیْمَانِ دَارُوْا! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے تم اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ بیو پارہے نہ دوستی نہ شفاعت۔ کافر ہی دراصل ظالم ہیں۔

اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ
مَآءً فَاَخْرَجَ بِہِ مِنَ الشَّجَرِ رِزْقًا لَّکُمْ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ
لِتَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْہَارَہٗ وَسَخَّرَ لَکُمُ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآیِبِیْنَ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْیَلَّ وَالنَّہَارَہٗ
وَآتٰکُمْ مِنْ کُلِّ مَا سَآلْتُمُوْہُ وَاِنْ تَعَدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ
لَا تُحْصُوْہَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور آسمان سے بارش برسا کر اس کے ذریعے سے تمہاری روزی کے لئے پھل نکالے ہیں اور کشتیاں تمہارے بس میں کر دی ہیں کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں اسی نے ندیاں اور نہریں تمہارے اختیار میں کر دی ہیں ○ اسی نے تمہارے لئے سورج چاند کو سخر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں اور رات دن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے ○ اسی نے تمہیں تمہاری منہ ماگی کل چیزوں میں سے دے ہی رکھا ہے اگر تم اللہ کے احسان گنا جاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے ○

☆ ☆ سب کچھ تمہارا مطیع ہے: ☆ (آیت: ۳۲-۳۳) اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھو۔ آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے۔ زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل کھیتیاں باغات تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیری پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں۔ تم وہاں کا مال یہاں یہاں کا وہاں لے جاؤ لے آؤ نفع حاصل کرو تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں تم ان کا پانی پو پلاؤ اس سے کھیتیاں کرو نہاؤ دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو۔ ہمیشہ چلتے پھرتے اور کبھی نہ ٹھکتے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں مشغول ہیں مقررہ چال پر مقررہ جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں۔ نہ ان میں تکرار ہونہ آگا پیچھا دن رات انہی کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہیں اور رب العالمین بابرکت ہے۔ کبھی دنوں کو بڑے کر دیتا ہے کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے ہر چیز اپنے کام میں سر جھکائے مشغول ہے۔ وہ اللہ عز و غفار ہے۔ تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لئے مہیا کر دی ہیں۔ تم اپنے حال و قال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے اس نے سب کچھ تمہیں دے دی ہیں مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بے مانگے بھی اس کا ہاتھ نہیں رکتا۔ تم بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکریہ تو کیا ادا کرو گے تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے۔

طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور اللہ کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کر سکیں لوگو صبح شام توبہ استغفار کرتے رہو۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ الہی تیرے ہی لئے سب حمد و ثناء اور ہے ہماری ثنائیں ناکافی ہیں پوری اور بے پرواہ کرنے والی نہیں الہی تو معاف فرما۔ بزرگوار میں آپ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے۔ ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی دوسرے میں گناہ ہوں گے اور تیسرے میں اللہ کی نعمتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اٹھو اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے

اس سے اس کے سارے ہی عمل ختم ہو جائیں گے۔ پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی۔ خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان یونہی الگ تھلگ رکھا ہوا ہے اور تمام نعمتوں کا دیوان بھی یونہی رکھا ہوا ہے۔ اگر بندے پر اللہ کا ارادہ رحم و کرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھادے گا اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر لے گا اور اس سے فرمادے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخش دیں۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ جل و علا سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تیری ایک نعمت ہے۔ جواب ملا کہ داؤد اب تو شکر ادا کر چکا جب کہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ تو میری نعمتوں کے شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ ہی کے لئے تو حمد ہے جس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہو جاتا ہے۔ پھر اس نعمت کی شکرگزاری کی ادائیگی کی توفیق پر پھر نعمت ملی، جس کا شکر یہ واجب ہوا۔ ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ روگئے روگئے پر زبان ہے تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر بھی پورا ادا نہیں ہو سکتا، تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي
وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۖ رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّنَ كَثِيرًا ۖ مِّنَ
النَّاسِ ۖ فَمَنْ تَبِعْنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ

ابراہیم کی یہ دعا بھی یاد ہے کہ اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے ۝ میرے پالنے والے اللہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے ہٹا رکھا ہے میری تابعداری کرنے والا میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تو بہت ہی معافی اور کرم کرنے والا ہے ۝

حرمت و عظمت کا مالک شہر: ☆☆ (آیت: ۳۵-۳۶) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حرمت والا شہر کہ ابتداء میں توحید پر ہی بنایا گیا تھا۔ اس کے اول بانی خلیل اللہ علیہ السلام اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے بری تھے۔ انہی نے اس اللہ کی شہر کے باطن میں ہونے کید عا کی تھی۔ جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ سب سے پہلا بابرکت اور باہدایت خانہ خدا کے شریف کا ہی ہے جس میں بہت سی واضح نشانیوں کے علاوہ مقام ابراہیم بھی ہے۔ اس شہر میں جو پہنچ گیا، امن و امان میں آ گیا۔ اس شہر کو بتانے کے بعد خلیل اللہ نے دعا کی کہ الہی اس شہر کو پر امن بنا۔ اسی لئے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق جیسے بچے عطا فرمائے۔ حضرت اسماعیل کو دودھ پیتا اس کی والدہ کے ساتھ لے کر یہاں آئے تھے تب بھی آپ نے اس شہر کے باطن میں ہونے کی دعا کی تھی لیکن اس وقت کے الفاظ یہ تھے رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا پس اس دعا میں بَلَدٌ پر لام نہیں ہے اس لئے کہ یہ دعا شہر کی آبادی سے پہلے کی ہے اور اب چونکہ شہر بس چکا تھا، بلد کو معرف بلام لائے۔ سورہ بقرہ میں ہم ان چیزوں کو وضاحت و تفصیل کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں۔ پھر دوسری دعا میں اپنی اولاد کو بھی شریک کیا۔ انسان کو لازم ہے کہ اپنی دعاؤں میں اپنے ماں باپ کو اور اولاد کو بھی شامل رکھے۔ پھر آپ نے بتوں کی گمراہی، ان کا فتنہ، اکثر لوگوں کا بہکا جانا بیان فرما کر ان سے اپنی بے زاری کا اظہار کیا اور انہیں اللہ کے حوالے کیا کہ وہ چاہے بخشے چاہے سزا دے۔ جیسے روح اللہ علیہ السلام بروز قیامت کہیں گے کہ اگر تو انہیں عذاب کر تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو عزیز و حکیم ہے۔ یہ یاد رہے کہ اس میں صرف اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے کی طرف لوٹنا ہے نہ کہ اس کے واقع ہونے کو جائز سمجھنا ہے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت خلیل اللہ کا یہ قول اللہ کا قول اِنْ عَذَبْنَاهُمْ لَنْ نَخْلُصَهُمْ تِلْكَ اَمْرٌ عَلَيْنَا لَعَلَّاهُمْ يَرْجَعُونَ رو کر اپنی امت کو یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ جا کر دریافت کرو کہ کیوں رو رہے ہو؟ آپ نے سبب بیان کیا

علم ہوا کہ جاؤ اور کہہ دو کہ آپ کو ہم آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے۔ ناراض نہ کریں گے۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ
بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ
النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ
يَشْكُرُونَ ﴿۷۷﴾

اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کے جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔ اے ہمارے پروردگار یہ اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں۔ پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرماتا کہ یہ شکر نزاری کریں ○

دوسری دعا: ☆ ☆ (آیت: ۳۷) یہ دوسری دعا ہے۔ پہلی دعا اس شہر کے آباد ہونے سے پہلے جب آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مع ان کی والدہ صاحبہ کے یہاں چھوڑ کر گئے تھے تب کی تھی اور یہ دعا اس شہر کے آباد ہو جانے کے بعد کی۔ اسی لئے یہاں بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ کا لفظ لائے اور نماز کے قائم کرنے کا بھی ذکر فرمایا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'یہ متعلق ہے لفظ المحرم کے ساتھ یعنی اسے با حرمت اس لئے بنایا ہے کہ یہاں والے اطمینان سے یہاں نمازیں ادا کر سکیں۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے فرمایا 'کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف جھکا دے' اگر سب لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکانے کی دعا ہوتی تو فارس و روم یہود و نصاریٰ غرض تمام دنیا کے لوگ یہاں الٹ پڑتے۔ آپ نے صرف مسلمانوں کے لئے یہ دعا کی۔ اور دعا کرتے ہیں کہ انہیں پھل بھی عنایت فرما۔ یہ زمین زراعت کے قابل بھی نہیں اور دعا ہو رہی ہے پھلوں کی روزی کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی جیسے ارشاد ہے اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُحْبِبُوا إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رَزَقْنَا مِنْ لَدُنَّا یعنی کیا ہم نے انہیں حرمت و امن والی ایسی جگہ عنایت نہیں فرمائی جہاں ہر چیز کے پھل ان کی طرف کھینچے چلے آتے ہیں جو خاص ہمارے پاس کی روزی ہے۔ پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم عنایت و رحم ہے کہ شہر کی پیداوار کچھ بھی نہیں اور پھل ہر قسم کے وہاں موجود چاروں طرف سے وہاں چلے آئیں۔ یہ ہے حضرت ابراہیم خلیل الرحمن صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی دعا کی قبولیت۔

رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نَعْلَمُ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿۷۸﴾ الْحَمْدُ لِلَّهِ
الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿۷۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي
رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿۸۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿۸۱﴾

اے ہمارے پروردگار تو خوب جانتا ہے جو ہم چھپائیں اور جو ہم ظاہر کریں زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہیں ○ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس

بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق عطا فرمائے، کچھ شک نہیں کہ میرا پالنہار اللہ دعاؤں کا سننے والا ہے ○ اے میرے پالنے والے مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما ○ اے ہمارے پروردگار مجھے بخش دے۔ میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے ○

مناجات: ☆ ☆ (آیت: ۳۸-۴۱) خلیل خدا علیہ السلام اپنی مناجات میں فرماتے ہیں کہ الہی تو میرے ارادے اور میرے مقصود کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ میری چاہت ہے کہ یہاں کے رہنے والے تیری رضا کے طالب اور فقط تیری طرف راغب رہیں۔ ظاہر و باطن تجھ پر روشن ہے زمین و آسمان کی ہر چیز کا حل تجھ پر کھلا ہے۔ تیرا احسان ہے کہ اس پورے بڑھاپے میں تو نے میرے ماں اولاد عطا فرمائی اور ایک پرائیک بچہ دیا۔ اسماعیل بھی اخلق علیہ السلام بھی۔ تو دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے میں نے مانگا تو نے دیا۔ پس تیرا شکر ہے۔ الہی مجھے نمازوں کا پابند بنا اور میری اولاد میں بھی یہ سلسلہ قائم رکھ میری تمام دعائیں قبول فرما۔ وَلِوَالِدَيْكَ كَرَاتٍ بَعْضٌ نَعْمَ لَكَ وَلِوَالِدَيْكَ بھی کی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ دعا اس سے پہلے کی ہے کہ آپ کو اللہ کی طرف سے معلوم ہو جائے کہ آپ کا والد خدا کی دشمنی پر ہی مرا ہے۔ جب یہ ظاہر ہو گیا تو آپ اپنے والد سے بے زار ہو گئے۔ پس یہاں آپ اپنے ماں باپ کی اور تمام مومنوں کی خطاؤں کی معافی اللہ سے چاہتے ہیں کہ اعمال کے حساب اور بدلے کے دن قصور معاف ہوں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ
لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۚ لَهُمْ فِيهَا مِهْطَعِينَ مُقْنَعِي رُؤُسِهِمْ
لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاتٍ ۚ

ان انصافوں کے اعمال سے اللہ کو غافل نہ سمجھو وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دیتے ہوئے ہے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی ○ اپنے سر اوپر اٹھائے دوڑ بھاگ کر رہے ہوں گے خود اپنی طرف بھی ان کی نگاہیں نہ لوٹیں گی اور ان کے دل اڑے اور گرے ہوئے خالی ہوں گے ○

ہولناک منظر ہوگا: ☆ ☆ (آیت: ۴۲-۴۳) کوئی یہ نہ سمجھے کہ برائی کرنے والوں کی برائی کا اللہ کو علم ہی نہیں اس لئے یہ دنیا میں پھل پھول رہے ہیں، نہیں اللہ ایک ایک کے ایک ایک گھڑی کے برے بھلے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔ یہ ڈھیل خود اس کی دی ہوئی ہے کہ یا تو اس میں واپس ہو جائے یا پھر گناہوں میں بڑھ جائے یہاں تک کہ قیامت کا دن آجائے جس دن کی ہولناکیاں آنکھیں پتھر اداں گی، دیدے چڑھا دیں گی، سر اٹھائے پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جائیں گے، کہیں ادھر ادھر نہ ہوں گے سب کے سب پورے اطاعت گزار بن جائیں گے دوڑے بھاگے حضور کی حاضری کے لئے بے تاب نہ آئیں گے آنکھیں نیچے کو نہ جھکیں گی۔ گھبراہٹ اور فکر کے مارے پلک سے پلک نہ جھپکے گی۔ دلوں کا یہ حال ہوگا کہ گویا اڑے جاتے ہیں خالی پڑے ہیں خوف کے سوا کوئی چیز نہیں۔ وہ حلقوم تک پہنچے ہوئے ہیں اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے ہیں دہشت سے خراب ہو رہے ہیں۔

وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ
ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ نَّجِبْ دَعْوَتِكَ وَنَتَّبِعِ
الرُّسُلَ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلِ مَا لَكُم مِّنْ زَوَالٍ ۚ

لوگوں کو اس دن سے ہوشیار کر دے جب کہ ان کے پاس عذاب آجائے گا اور ظالم کہنے لگیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں بہت تھوڑے قریب کے وقت تک

کی ہی مہلت دے کہ ہم تیری تبلیغ مان لیں اور تیرے پیغمبروں کی تابعداری میں لگ جائیں۔ کیا تم اس سے پہلے بھی قسمیں نہیں کھا رہے تھے کہ تمہارے لئے زوال ہی نہیں ○

عذاب دیکھنے کے بعد: ☆☆ (آیت: ۴۴) ظالم اور انصاف لوگ اللہ کا عذاب دیکھ کر تمنائیں کرتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں کہ ہمیں ذرا سی مہلت مل جائے کہ ہم فرماں برداری کر لیں اور پیغمبروں کی اطاعت بھی کر لیں۔ اور آیت میں ہے 'موت کو دیکھ کر کہتے ہیں رَبِّ ارْجُونِی' اب واپس لوٹا دے الخ یہی مضمون آیت یَاٰیہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلٰہِکُمْ اَمْوَالُکُمْ الخ میں ہے یعنی اے مسلمانو تمہیں تمہارے مال، اولاد یا دیا الہی سے غافل نہ کر دیں ایسا کرنے والے لوگ ظاہری خسارے میں ہیں۔ ہمارا دیا ہوا ہماری راہ میں دیتے رہو ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت آرزو کرنے لگو کہ مجھے ذرا سی دیر کی مہلت مل جائے تو میں خیرات ہی کر لوں اور نیک لوگوں میں مل جاؤں۔ یاد رکھو اصل آنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی اور اللہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ محشر میں بھی ان کا یہی حال ہوگا چنانچہ سورۃ سجدہ کی آیت وَلَوْ تَرٰی اِذَا الْمُجْرِمُوْنَ الخ میں ہے کہ کاش کہ تم گنہگاروں کو دیکھتے کہ وہ اپنے پروردگار کے رو برو سر جھکائے کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ تو ہمیں ایک بار دنیا میں پھر بھیج دے کہ ہم یقین والے ہو کر نیک اعمال کر لیں یہی بیان آیت وَلَوْ تَرٰی اِذْوَ قِفُوْا عَلٰی النَّارِ الخ اور آیت وَهُمْ یَصْطَرِّحُوْنَ فِیْہَا الخ وغیرہ میں بھی ہے۔ یہاں انہیں جواب ملتا ہے کہ تم تو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ تمہاری نعمتوں کو زوال ہی نہیں، قیامت کوئی چیز ہی نہیں، مگر کراٹھنا ہی نہیں اب اس کا مزہ چکھو۔ یہ کہا کرتے تھے اور خوب مضبوط قسمیں کھا کھا کر دوسروں کو بھی یقین دلاتے تھے کہ مردوں کو اللہ دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔

وَسَكَنْتُمْ فِي مَسْکِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبٰیْنَ لَكُمْ
کَیْفَ فَعَلْنَا بِہُمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمْ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَ قَدْ مَكَرُوْا
مَكْرَهُمْ وَ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ کَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ
مِنْہُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾

اور کیا تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے سہتے نہ تھے جو اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے تھے اور کیا تم پر وہ معاملہ کھلا نہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا کچھ کیا۔ ہم نے تمہارے سمجھانے کو بہت سی مثالیں بیان کر دی تھیں ○ یہ اپنی چالیں چل رہے ہیں اور اللہ کو ان کی تمام چالوں کا علم ہے یہ تو ناممکن ہے کہ ان کی چالیں ایسی ہوں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں ○

(آیت: ۴۵-۴۶) پھر فرماتا ہے کہ تم دیکھ چکے، سن چکے کہ تم سے پہلے کے تم جیسوں کے ساتھ ہم نے کیا کیا؟ ان کی مثالیں ہم تم سے بیان بھی کر چکے کہ ہمارے عذابوں نے کیسے انہیں غارت کر دیا۔ باوجود اس کے تم ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور چونکا نہیں ہوتے۔ یہ گو کہتے ہی چالاک ہوں لیکن ظاہر ہے کہ اللہ کے سامنے کسی کی چالاکی نہیں چلتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جس نے جھگڑا کیا تھا۔ اس نے دو بچے گدھ کے پالے۔ جب وہ بڑے ہو گئے جوانی کو پہنچے طاقت و قوت والے ہو گئے تو ایک چھوٹی سی چوکی کے ایک پائے سے ایک کو باندھ دیا۔ دوسرے سے دوسرے کو باندھ دیا، انہیں کھانے کو کچھ نہ دیا۔ خود اپنے ایک ساتھی سمیت اس چوکی پر بیٹھ گیا اور ایک لکڑی کے سرے پر گوشت باندھ کر اسے اوپر کو اٹھایا۔ بھوکے گدھ کھانے کے لئے اوپر کو اڑے اور اپنے زور سے چوکی کو بھی لے اڑے اب جب کہ یہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ ہر چیز انہیں کھسکی طرح کی نظر آنے لگی تو اس نے لکڑی جھکا دی۔ اب گوشت نیچے دکھائی دینے لگا۔ اس لئے

جانوروں نے پرسمیت کرگوشت لینے کے لئے نیچے اترنا شروع کیا اور تخت بھی نیچا ہونے لگا یہاں تک کہ زمین تک پہنچ گیا پس یہ ہیں وہ مکاریاں جن سے پہاڑوں کا زوال بھی ممکن سا ہو جائے۔

عبداللہ کی قرأت میں کاذم کُھڑھم ہے۔ حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت بھی یہی ہے۔ یہ قصہ نمرود کا ہے جو کنعان کا بادشاہ تھا۔ اس نے اس حیلے سے آسمان کا قبضہ چاہا تھا۔ اس کے بعد قبطیوں کے بادشاہ فخنون کو بھی یہی خط سمایا تھا، بڑا بلند منارہ تعمیر کرایا تھا لیکن دونوں کی ناتوانی، ضعیفی اور عاجزی ظاہر ہو گئی۔ اور ذلت و خواری پستی و تنزل کے ساتھ حقیر و ذلیل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب بخت نصر اس حیلہ سے اپنے تخت کو بہت اونچا لے گیا یہاں تک کہ زمین اور زمین والے اس کی نظروں سے غائب ہو گئے تو اسے ایک قدرتی آواز آئی کہ اے سرکش طاغی کیا ارادہ ہے؟ یہ ڈر گیا۔ ذرا سی دیر بعد پھر اسے یہی غیبی ندا سنائی دی۔ اب تو اس کا پتہ پانی ہو گیا اور جلدی سے نیزہ جھکا کر اترنا شروع کر دیا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت میں لَیْتَرُوْا ہے۔ بدلے میں لَیْتَرُوْا کے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو نافیہ مانتے ہیں یعنی ان کے کمر پہاڑوں کو زائل نہیں کر سکتے۔ حسن بصری بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس کی توجیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کا شرک و کفر پہاڑوں وغیرہ کو ہٹا نہیں سکتا، کوئی ضرر دے نہیں سکتا، صرف اس کا وبال انہی کی جانوں پر ہے۔ میں کہتا ہوں اسی کے مشابہ یہ فرمان الہی بھی ہے وَلَا تَمْسُ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَكُنْ تَخْرُقُ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا زمین پر اکڑفوں سے نہ چل نہ تو تو زمین کو چیر سکتا ہے نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے۔ دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ہے کہ ان کا شرک پہاڑوں کو زائل کر دینے والا ہے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں تَكَاذُ السَّمَوَاتِ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ اس سے تو آسمانوں کا پھٹ جانا ممکن ہے۔ ضحاک و قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ
ذُو انْتِقَامٍ ۝ يَوْمَ يُبَدِّلُ الْأَرْضَ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ
وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

تو ہرگز یہ خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ اپنے نبیوں سے وعدہ خلافی کرے اللہ بڑا ہی غالب اور بدلہ لینے والا ہے ○ جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ واحد غلبے والے کے رد ہوں گے ○

انبیاء کی مدد: ☆☆ (آیت: ۴۷-۴۸) اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو مقرر اور مؤکد کر رہا ہے کہ دنیا و آخرت میں جو اس نے اپنے رسولوں کی مدد کا وعدہ کیا ہے وہ کبھی اس کے خلاف کرنے والا نہیں۔ اس پر کوئی اور غالب نہیں۔ وہ سب پر غالب ہے۔ اس کے ارادے سے مراد جدائیں اس کا چاہا ہو کر ہی رہتا ہے۔ وہ کافروں سے ان کے کفر کا بدلہ ضرور لے گا۔ قیامت کے دن ان پر حسرت و مایوسی طاری ہوگی۔ اس دن زمین ہوگی لیکن اس کے سوا اور ہوگی۔ اسی طرح آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ایسی سفید صاف زمین پر حشر کئے جائیں گے جیسے میدے کی سفید مٹکیا ہو جس پر کوئی نشان اور اونچ نہ ہوگی۔

مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں سب سے پہلے میں نے ہی اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا پل صراط پر۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم نے وہ بات پوچھی کہ میری امت میں سے کسی اور نے یہ بات مجھ سے نہیں پوچھی۔ اور روایت میں ہے کہ یہی سوال مائیک صلابہ رضی اللہ عنہا کا آیت

وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْخ کے متعلق تھا اور آپؐ نے یہی جواب دیا تھا۔ حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ ایک یہودی عالم آیا اور اس نے آپؐ کا نام لے کر سلام علیک کہا۔ میں نے اسے ایسے زور سے دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے۔ اس نے مجھ سے کہا تو نے مجھے کیوں دھکا دیا؟ میں نے کہا بے ادب یا رسول اللہ! میں نے کہا اور آپؐ کا نام لیتا ہے اس نے کہا ہم تو جو نام ان کا ان کے گھرانے کے لوگوں نے رکھا ہے اسی نام سے پکاریں گے آپؐ نے فرمایا میرے خاندان نے میرا نام محمد ہی رکھا ہے یہودی نے کہا سنئے میں آپؐ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا پھر میرا جواب تجھے کوئی نفع بھی دے گا؟ اس نے کہا سن تو لوں گا۔ آپؐ کے ہاتھ میں جو تھکا تھا اسے آپؐ نے زمین پر پھراتے ہوئے فرمایا کہ اچھا دریافت کرلو۔ اس نے کہا جب زمین و آسمان بدلے جائیں گے اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا پل صراط کے پاس اندھیروں میں اس نے کہا سب سے پہلے پل صراط سے پار کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا مہاجرین فقراء اس نے پوچھا انہیں سب سے پہلے تھکے کیا ملے گا؟ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مچھلی کی کھجی کی زیادتی۔ اس نے پوچھا اس کے بعد انہیں کیا غذا ملے گی؟ فرمایا جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چرتا چکتا رہا تھا۔ اس نے پوچھا پھر پیٹنے کو کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا جنتی نہر سلسیل کا پانی۔ یہودی نے کہا آپؐ کے سب جواب برحق ہیں۔ اچھا اب میں ایک بات اور پوچھتا ہوں جسے یا تو نبی جانتا ہے یا دنیا کے اور دو ایک آدمی آپؐ نے فرمایا: کیا میرا جواب تجھے کچھ فائدہ دے گا؟ اس نے کہا: سن تو لوں گا۔ بچے کے بارے میں آپؐ کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا مرد کا خاص پانی سفید رنگ کا ہوتا ہے اور عورت کا خاص پانی زرد رنگ کا۔ جب یہ دونوں جمع ہوتے ہیں تو اگر مرد کا پانی غالب آجائے تو بحکم الہی لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو اللہ کے حکم سے لڑکی ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا بے شک آپؐ سچے ہیں اور یقیناً آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے مجھے جواب سکھا دیا۔ (مسند احمد)

ابن جریر طبری میں ہے کہ یہودی عالم کے پہلے سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا اس وقت مخلوق اللہ کی مہمانی میں ہوگی پس اس کے پاس کی چیز ان سے عاجز نہ ہوگی۔ عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ زمین بدل دی جائے گی اور زمین سفید میدے کی نکلیا جیسی ہوگی جس میں نہ کوئی خون بہا ہوگا جس پر نہ کوئی خطا ہوئی ہوگی آنکھیں تیز ہوں گی داعی کی آواز کانوں میں ہوگی سب ننگے پاؤں ننگے بدن کھڑے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ مثل لگام کے ہو جائے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ایک مرفوع روایت میں ہے کہ سفید رنگ کی وہ زمین ہوگی جس پر نہ خون کا قطرہ گرا ہوگا نہ اس پر کسی گناہ کا عمل ہوا ہوگا۔ اسے مرفوع کرنے والا ایک ہی راوی ہے یعنی جریر بن ایوب اور وہ قوی نہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہودیوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا جانتے ہو میں نے آدمی کیوں بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ ہی کو علم ہے اور اس کے رسول کو آپؐ نے فرمایا آیت یَوْمَ تَبْدُلُ الْأَرْضَ الْخ کے بارے میں یاد رکھو۔ وہ اس دن چاندی کی طرح سفید ہوگی۔ جب وہ لوگ آئے آپؐ نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا کہ سفید ہوگی جیسے میدہ۔ اور بھی سلف سے مروی ہے کہ چاندی کی زمین ہوگی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان سونے کا ہوگا۔ ابی فرماتے ہیں وہ باغات بنا ہوا ہوگا۔ محمد بن قیس کہتے ہیں زمین روئی بن جائے گی کہ مومن اپنے قدموں تلے سے ہی کھالیں۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ زمین بدل کر روئی بن جائے گی۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ قیامت کے دن ساری زمین آگ بن جائے گی۔ اس کے پیچھے جنت ہوگی جس کی نعمتیں باہر سے ہی نظر آرہی ہوں گے۔ لوگ اپنے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ ابھی حساب کتاب شروع نہ ہوا ہوگا۔ انسان کا

پسینہ پہلے تو قدموں میں ہی ہوگا۔ پھر بڑھ کر ناک تک پہنچ جائے گا بوجہ اس سختی اور گہرا ہٹ اور خوفناک منظر کے جو اس کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں آسمان باغات بن جائیں گے، سمندر آگ ہو جائیں گے زمین بدل دی جائے گی۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے، سمندر کا سفر صرف غازی یا حاجی یا عمرہ کرنے والے ہی کریں۔ کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے یا آگ کے نیچے سمندر ہے۔ صورت کی مشہور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو بسیط کر کے عکاسی چمڑے کی طرح کھینچے گا۔ اس میں کوئی اونچ نیچ نظر نہ آئے۔ پھر ایک ہی آواز کے ساتھ تمام مخلوق اس نئی زمین پر پھیل جائے گی۔ پھر ارشاد ہے کہ تمام مخلوق اپنی قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ واحد و قہار کے سامنے رو برو ہو جائے گی۔ وہ اللہ جو اکیلا ہے اور جو ہر چیز پر غالب ہے سب کی گردنیں اس کے سامنے خم ہیں اور سب اس کے تابع فرمان ہیں۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝
 سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطَرٍ اِنٍ وَ تَغْشَىٰ وَجُوهُهُمُ النَّارُ ۝
 لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ اِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ
 الْحِسَابِ ۝

تو اس دن گنہگاروں کو دیکھے گا کہ زنجیروں میں ملے ملے ایک جگہ جکڑے ہوئے ہوں گے ○ ان کے لباس گندھک کے ہو گئے اور آگ ان کے چہروں پر بھی چڑھی ہوئی ہوگی ○ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے بے شک اللہ تعالیٰ کو حساب لینے کچھ دیر نہیں لگنے کی ○

جکڑے ہوئے مفسد انسان ☆ ☆ (آیت ۴۹-۵۱) زمین و آسمان بدلے ہوئے ہیں۔ مخلوق الہی کے سامنے کھڑی ہے اس دن اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم دیکھو گے کہ کفر و فساد کرنے والے گنہگار آپس میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ ہر قسم کے گنہگار دوسروں سے ملے جلے ہوئے ہوں گے جیسے فرمان ہے اُحْشِرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَاَزُوا اِجْهَمُ ظَالِمُوں کو اور ان کی جوڑ کے لوگوں کو اکٹھا کرو۔ اور آیت میں ہے وَاِذَا النُّفُوسُ رُوِّجَتْ جب کہ نفس کے جوڑے ملا دیے جائیں۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَاِذَا لُفُّوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا یعنی جب کہ جہنم کے تنگ مکان میں وہ ملے جلے ڈالے جائیں گے تو وہاں وہ موت موت پکاریں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنات کی بابت بھی مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ کا لفظ ہے۔ اصفاد کہتے ہیں قید کی زنجیروں کو۔ عمرو بن کلثوم کے شعر میں مصفد بمعنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے قیدی کے آیا ہے۔ جو کپڑے انہیں پہنائے جائیں گے وہ گندھک کے ہوں گے جو اونٹوں کو لگایا جاتا ہے اسے آگ تیزی اور سرعت سے پکڑتی ہے۔ یہ لفظ قَطْرَان بھی ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں پگھلے ہوئے تانبے کو قطران کہتے ہیں۔ اس سخت گرم آگ جیسے تانبے کے ان جہنیوں کے لباس ہوں گے۔ ان کے منہ بھی آگ میں ڈھکے ہوئے ہوں گے۔ چہروں تک آگ چڑھی ہوئی ہوگی۔ سر سے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ منہ بگڑے گئے ہوں گے۔ مسند احمد میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جو ان سے نہ چھوٹیں گے۔ حسب پر فخر۔ نسب میں طعنہ زنی۔ ستاروں سے بارش کی طلبی۔ میت پر نوحہ۔ سنو نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کر لی تو اسے قیامت کے دن گندھک کا کرتہ اور کھلی کا دوپٹہ پہنایا جائے گا۔ مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ اور روایت میں ہے کہ وہ جنت دوزخ کے درمیان کھڑی کی جائے گی گندھک کا کرتہ ہوگا اور منہ پر آگ کھیل رہی ہوگی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے کاموں کا

بدلہ دے گا۔ بروں کی برائیاں سامنے آ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی جلد ساری مخلوق کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ ممکن ہے یہ آیت بھی مثل آیت اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ کے ہو یعنی لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا لیکن پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منہ پھیرے ہوئے ہی ہیں۔ اور ممکن ہے کہ یہ بدلے کے حساب کے وقت کا بیان ہو۔ یعنی بہت جلد حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ اس پر ایک بات بھی پوشیدہ نہیں۔ جیسے ایک ویسے ہی ساری مخلوق۔ جیسے فرمان ہے مَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَعْثُبُكُمْ إِلَّا كُنُفُسٍ وَاحِدَةٍ تَمْسُكُ سَبْكِ بِيْدَانِش اور مرنے کے بعد کا زندہ کر دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کو مارنا اور جلانا۔ یہی معنی مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے ہیں کہ حساب کے احاطے میں اللہ تعالیٰ بہت جلدی کرنے والا ہے۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں یعنی وقت حساب بھی قریب اور اللہ کو حساب میں دیر بھی نہیں۔ ادھر شروع ہوا۔ ادھر ختم ہوا واللہ اعلم۔

هَذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذِرُوْا۟ بِهِۦ وَلِيَعْلَمُوْ۟ا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهُ وَّاحِدٌ وَّلِيَّذْكُرْ اُولُو۟الْاَلْبَابِ ؕ

۱۱

یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ ہوشیار کر دیئے جائیں اور نبوی معلوم کر لیں کہ اللہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقلمند لوگ سوچ سمجھ لیں ○

تمام انسان اور جن پابند اطاعت ہیں: ☆ ☆ (آیت ۵۲) ارشاد ہے کہ یہ قرآن دنیا کی طرف اللہ کا کھلا پیغام ہے جسے اور آیت میں نبی ﷺ کی زبانی کہلوا لیا گیا ہے کہ لَا يُنذِرُكُمْ بِهِۦ وَ مَنۢ بَلَغَ اٰمَنَ تَاكُمِ اس قرآن سے تمہیں بھی ہوشیار کر دوں اور جسے یہ پہنچے یعنی کل انسان اور تمام جنات۔ جیسے اس سورت کے شروع میں فرمایا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے ہی تیری طرف نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائے الخ۔ اس قرآن کریم کی غرض یہ ہے کہ لوگ ہوشیار کر دیئے جائیں۔ ڈرا دیئے جائیں۔ اور اس کی دلیلیں، حجتیں دیکھ سکیں کہ پڑھ کر پڑھ کر تحقیق سے معلوم کر لیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور عقلمند لوگ نصیحت و عبرت و عظم و پند حاصل کر لیں۔ سوچ سمجھ لیں۔

تفسیر سورۃ الحجر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الرَّتِ تِلْكَ اٰیٰتِ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنِ مُّبِیْنٍ ؕ

معبود مہربان رحم والے کے نام سے شروع

یہ ہیں کتاب الہی کی آیتیں اور کھلا اور روشن قرآن ○

تفسیر سورۃ الحجر (آیت ۱): سورتوں کے اول جو حروف مقطعہ آئے ہیں۔ ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ آیت میں قرآن کی آیتوں کے واضح اور ہر شخص کی سمجھ میں آنے کے قابل ہونے کا بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پارہ نمبر ۱۳ کی تفسیر مکمل ہوئی۔